زندگی کی حسین رہ گزر

سمیرا شریف طور

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زندگی کی حسین رہ گزر

سمیرا شریف طور

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود تمام ناولز بالکل مفت ہیں۔ اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ جو وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔ اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے، سُپر موڈز: زندگی، بسمہ، حسیب یا مینجمنٹ و وقار سے رابطہ کریں، شکریہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کے پائوں کی پٹی اتر چکی تھی۔ پائوں کی مالش جاری تھی۔ ابھی ڈاکٹر صاحب نے پائوں پر بوجھ ڈالنے سے منع کیا تھا سو وہ ابھی تک بستر پر تھی۔ وہ کتاب لیے منہمک سی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

’’آجائو بھئی...‘‘ اس کا خیال تھا کہ صبا ہو گی‘ اسے اپنے گھر میں چین نہیں پڑ رہا تھا آج کل مگر عمر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ایک منٹ بھی سامنے نہ ٹھہرتی اس نے خاصی بے چارگی سے اپنے پائوں کو دیکھا‘ جسے مالش کر کے امی نے کچھ دیر قبل کپڑے میں لپیٹا تھا۔

’’سلام مسنون... مزاج بخیر...!‘‘ وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

”بخیر...بخیر...“ منہ بنا کر اس نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ عیادت کرنے والوں کے لیے رکھی کرسی گھسیٹ کر وہ بیٹھ گیا تھا۔

”حساب چکانے میں تو تمہارا کوئی ثانی نہیں۔ کسی اور معاملے میں بھی یہ روایت برقرار رکھ لیا کرو۔“

”مثلاً...؟“ اب وہ نازل ہو ہی چکا تھا تو بھگتے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔ کتاب بند کر کے وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

”مثلاً یہ کہ کبھی محبت کا جواب محبت سے بھی دے لیا کرو۔“ اس نے غصے سے گھورا۔

”امی اور آمنہ باہر نہیں تھیں کیا؟“ دوسرے معنوں میں اس کی موجودگی پر اعتراض کیا تھا۔

”کوئی خاتون آئی بیٹھی ہیں ایک دو رشتے لے کر آمنہ ان کی خاطر تواضع کر رہی ہے جب کہ فوزیہ پاس بیٹھی سن رہی ہے۔“

”اچھا...“ رشتے کا سن کر وہ ایک دم پُرجوش ہوئی۔

”کیسے رشتے لے کر آئی ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:

www.pakistanipoint.com

”ماشاءاللہ! تم لڑکیاں صرف رشتوں کا سن کر ہی خوش ہو جاتی ہو۔ کوئی مطلب کی بات کرو تو سر سے ہی گزر جاتی ہے۔“

”مائنڈ یو... یہ صرف ہم لڑکیوں کا ہی خاصہ نہیں جہاں ایک دو لڑکیاں کھڑی دیکھ لیں ' آپ مردوں کی بھی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ کوئی گھاس ڈالے یا نہ ڈالے لسوڑے کی طرح لیس ہو جانا فرض سمجھتے ہیں۔“ لڑاکا عورتوں کی طرح اس نے فوراً حساب بے باق کیا تھا۔

”تو پھر مانتی ہو نا کہ کچھ نہ کچھ ذہنی مطابقت پائی جاتی ہے ہم دونوں میں۔“ وہ چڑانے سے باز نہ آیا تھا۔

”ہونہہ...!“ اس نے سر جھٹکا۔

”زیادہ ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے' رشتے والی ایک نہیں پورے دو رشتے لے کر آئی ہے۔ کہیں نا کہیں تمہارا بھی کام بن جائے گا۔“

”میں کبھی خود سے ناامید نہیں ہوئی۔ جہاں بھی ہو گا بہت بہتر اور پرفیکٹ ہو گا۔“ اس کے تیور ہنوز بگڑے ہوئے تھے۔ عمر نے اس کے چہرے کی سرخی دیکھی۔

"تمہارے ان خیالات کو کیا سمجھوں؟" اچانک بے چین سا ہو کر پہلو بدلا۔

"سمجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو نظر آ رہا ہے وہ کافی نہیں ہے۔" وہ مطمئن اور پُراعتماد تھی۔

"تمہیں پتا ہے میں تمہارے معاملے میں بہت سیریس اور سنجیدہ ہوں۔"

"تو پھر...؟" اس نے عمر کو براہ راست دیکھا۔

"مریم! سیدھی سادی زندگی چل رہی ہے اس کو کیوں الجھا رہی ہو؟"

"میں اس سلسلے میں آپ سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی' آپ براہ مہربانی چلے جائیں" دو ٹوک انداز تھا' عمر نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

"میں تم سے کوئی فلرٹ یا ٹائم پاس نہیں کر رہا' سیدھا راستہ اختیار کیا تھا۔ اپنے بڑوں کے ذریعے بات پہنچائی تھی' میں تھرو آؤٹ پراپر چینل سے تم تک آنا چاہتا تھا' ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ اور بات ہے مگر میں نے قطعی کبھی تمہارے احساسات کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ دانستہ یا نادانستہ بہر صورت دونوں حالات میں ' میں نے پوری کوشش کی کہ تمہارا احترام مجروح

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہ ہو۔" مریم اس کے انداز گفتگو سے ایک دم سٹپٹا سی گئی تھی۔ اس طرح براہِ راست اس نے کبھی اظہار نہیں کیا تھا اور اب بوکھلا گئی تھی کہ کس طرح اس صورت حال سے باہر نکلے۔

"تم نے ردا سے جو ساری بکواس کی وہ ایک طرف' میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں تم سے کوئی اظہار یا اقرار نہیں چاہ رہا' تم چچی جان کی بے جا ضد اور انا کی وجہ سے جو جذباتی فیصلہ کرنا چاہ رہی ہو' اس کی وضاحت کر رہا ہوں کہ احمقوں کی طرح اگر ایک ہی بات پر ڈٹی رہو گی تو نقصان سراسر تمہارا ہی ہو گا۔ سمجھیں...!" وہ غصے سے کہہ کر اس پر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر کمرے سے نکل گیا تھا اور مریم وہ حیرت سے اس کا یہ غصیلا روپ دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

اس کا پاؤں ٹھیک ہو چکا تھا وہ پہلے کی طرح اب پھر بلی کی طرح ادھر سے اُدھر گھومنا شروع ہو چکی تھی۔ صبا کی وجہ سے وہ اب دیوار تو نہیں پھلانگ رہی تھی البتہ دن میں ایک چکر اُدھر کا ضرور لگاتی تھی۔

اس وقت بھی دونوں چھت پر بیٹھی اپنا مشن خاص سرانجام دے رہی تھیں۔صبا کے ہاتھ میں موبائل تھا اور وہ بڑی غمزدہ شکل بنائے مصنوعی آنسو بہاتے مکمل طور پر افسردہ تھی۔

"ہائے کیا بتاؤں آپ کو، کتنی مشکل سے آپ کا نمبر لیا ہے' میری تو زندگی برباد ہو گئی۔وہ شخص اور اس کی ساری فیملی ہی ایسی ہے' دھوکے باز فریبی لوگ۔نت نئے لوگوں سے اور خوب صورت امیر لڑکیوں سے رشتہ جوڑنا توان کا پرانا مشغلہ ہے' میرے علاوہ بھی کئی لڑکیاں ہیں جو یہ سب جھیل چکی ہیں۔" مریم نے وکٹری کا نشان بنا کر اسے سراہا' اس کی اداکاری کمال کی تھی۔آواز بدل کر وہ بالکل مختلف ٹون میں مخاطب تھی۔

"ارے پوچھیے مت ان کی والدہ کس قسم کی عورت ہیں' دولت کے علاوہ تو کچھ نظر نہیں آتا۔مجھے دیکھا تو خوش ہو گئیں اور مجھ سے بہتر ملی تو مجھے بے عزت کر کے اسے اپنا لیا۔ جھوٹ کیوں بولوں کئی لڑکیوں اور خاندان والوں کو ریجیکٹ کر کے آپ کو چُنا ہے' میں نے سنا ہے آج کل آپ سے بہتر فیملی مل گئی ہے انہیں۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ آپ جھوٹ نہیں بول رہیں؟ بھلا کیا مقصد ہے آپ کا مجھے یہ معلومات فراہم کرنے کا؟"

"بھئی واقعی میرا بھلا کیا مقصد ہو گا مگر سچی بات تو یہی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ میری طرح اب کوئی اور لڑکی برباد ہو۔میں اپنا بدلہ لینا چاہتی ہوں اس عورت کو احساس دلا کر وہ کتنی مفاد پرست لالچی اور خود غرض ہے اور اس کا وہ بیٹا وہ ماں سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔اپنے آفیسرز کی بیٹیاں پھنساتا ہے۔ تبھی تو کبھی تم سے یا کسی سے رابطہ نہیں کرتا۔ماں بہانے بناتی رہتی ہے کہ میرا بیٹا شرمیلا ہے' شریف ہے۔اصل میں وہ کسی کو پسند کرنے لگا ہے وہ تم سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتا۔ورنہ جس طرح تم سے منگنی کو ایک سال ہو چکا ہے وہ رابطہ تو کرتا کوئی رسپانس دیتا۔"

"مائی گاڈ! ایسی سچویشن ہے دوسری طرف۔"

"تو اور کیا اس سے بھی خراب ترین حالات ہیں۔پھر آپ نے اپنی مرضی کرنی ہے۔میرا فرض تھا حالات سے آگاہ کرنا میں نے بتا دیا۔اگر میری باتوں کا یقین نہیں آتا تو اپنی خالہ کے گھر آکر چند دن رہ کر دیکھ لیں۔سب واضح ہو جائے گا۔" وہ آخر میں اسے سوچنے کا موقع دینے کو جتا کر بولی۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں کل ہی چکر لگاتی ہوں کرشمہ عام لڑکی نہیں ہے جسے وہ دھوکا دے لیں۔اتنا بڑا جھوٹ اتنا بڑا فراڈ میری ماما تو بہن کی محبت میں پاگل ہوگئی ہیں انہیں کچھ کہوں گی تو وہ کہیں گی مجھے کسی نے ورغلایا ہے۔" اسپیکر آن ہونے کی وجہ سے مریم بھی سب سن رہی تھی، مسکرادی۔

"مجھے دھوکا دینا اتنا آسان نہیں۔میں وہاں پہنچ کر آپ کو اطلاع کردوں گی۔"

"اوکے، اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ...!" صبا نے موبائل بند کرکے ایک گہرا سانس لیا۔

آواز بدل کر ٹون چینج کرکے بولنا واقعی بڑا مشکل کام تھا۔اس نے گہرے گہرے سانس لیے۔

"زبردست! اس کا مطلب ہے ہمارا پلان کامیابی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اب تم نے یہ کرنا ہے کہ اپنی والدہ ماجدہ کو پمپ کرنا ہے۔کرشمہ کی وہ خامیاں بھی اٹھتے بیٹھتے گنوانی ہیں جو اس میں نہیں ہوں گی اور جب کرشمہ ادھر آئے گی تو تم نے بی جمالو کا کردار ادا کرکے اپنی ماں اور اس کو اکٹھا نہیں بیٹھنے دینا بلکہ صورت حال ایسی پیدا کردینی ہے

کہ تمہاری والدہ صاحبہ خود بخود اس کی عادات واطوار سے بدظن ہوجائیں۔رہ گئی کرشمہ بی بی اس کی بھی برین واشنگ خاصی ہوچکی ہے یقیناً اب وہ ساری حرکات سرانجام دے گی جو تمہای والدہ حضور کو سخت ناپسند ہیں۔دور کے ڈھول سہانے اب ساری حقیقت دونوں پارٹنر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گی تو پھر راوی چین ہی چین لکھے گا۔" اس نے نقشہ کھینچتے آخر میں ہاتھ جھاڑے۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ویسے اتنے دنوں سے فرضی ماریہ بن کر یہ جھوٹ بولنا بڑا مشکل کام رہا ہے، اپنے نامہ اعمال میں اتنے گناہ پہلے کبھی نہیں لکھوائے۔" صبا کی بات پر وہ ہنس دی۔

"کوئی بات نہیں۔اللہ معاف کردے گا، ویسے تم نے ان چند دنوں میں اپنی والدہ ماجدہ کی جو خوبیاں بیان کی ہیں اسے سن کر دل خوش ہوگیا ہے۔یار تم اپنی والدہ کو کتنی اچھی طرح سمجھتی ہو۔" آخر میں شرارت سے چھیڑا تو صبا نے گھور کر اسے تھپڑ کھینچ مارا۔

"بکومت!"

"چلتی ہوں، امی کو شک ہوگیا کہ میں اس وقت اپنے کمرے میں نہیں تو وہ ہر وقت ادھر آنے کے جرم میں الٹا لٹکادیں گی" وہ جانے کو اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کل ردا کی منگنی پر چل رہی ہو؟" مریم نے بھی اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے امی ابو جی جا رہے ہیں تو میں بھی جاؤں گی' اور تم؟ ویسے بڑی زیادتی کر رہی ہو تم' ردا بہت ناراض ہو رہی تھی کہ تم اس کی کزن ہی نہیں عزیز از جان دوست بھی تھیں اب اس کی زندگی کے

اتنے اہم موقعے پر بالکل غیروں والا رویہ اختیار کر رکھا ہے تم نے۔ آمنہ اور فوزیہ تو جائیں گی نا؟"

"ہوں وہ وقار کے ساتھ کل ہی چلی گئی ہیں۔ میں صبح امی جی کے ساتھ ہی جاؤں گی' کل آمنہ کا آخری پیپر تھا' دے کر آتے ہی وہ تایا ابو کے ہاں فوزیہ کو لے کر روانہ ہو گئی تھی۔ نجانے اتنے دن کیسے رکی ہوئی تھی۔" اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

صبا نے اسے دیکھا کچھ کہنا چاہا مگر پھر کبھی پر ٹال کر سر جھٹک گئی۔

"اچھی بات ہے پھر صبح میں تمہارے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔ امی جی اور ابو لوگ خود ہی بعد میں آ جائیں گے۔" اس نے فوراً پلان کیا تھا تو مریم نے اس کے فیصلے پر صاد کرتے گردن ہلا دی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

اگلے دن وہ دونوں صبح ہی آ گئی تھیں ردا اس سے بہت سخت خفا تھی۔ اسے منتیں کرنا پڑیں تو تب کہیں جا کر وہ مانی مگر موڈ پھر بھی آف رکھا۔

تایا نے خاصا انتظام کر ڈالا تھا۔ اسلام آباد سے رمشا باجی اپنی ساس اور نند کے ساتھ کل ہی آ گئی تھیں۔ ردا کے ماموں اور خالہ کی فیملی بھی آ چکی تھی' اس کے علاوہ ان دونوں کی مشترکہ پھوپیاں بھی آ گئی تھیں۔ تایا کے گھر میں خاصی رونق تھی۔ کھانے پینے کا انتظام ریڈی میڈ تھا۔ تین بجے کے قریب لڑکے والے بھی پہنچ گئے تھے۔ مریم کو وہ فیملی اچھی خاصی لگی۔

ردا دلہن بن کر بہت جچ رہی تھی۔ رسم کے بعد کھانے کا دور چلا تھا' یہ ہنگامہ شام تک جاری رہا تھا۔ چونکہ ردا کے سسرال والے دور سے آئے تھے' سو رات نو بجے کے قریب رخت سفر باندھا تھا' اپنی گاڑیاں تھیں سو تایا لوگوں کے رات رک جانے کے مشورے کو ٹال گئے تھے اور ان لوگوں کے رخصت ہوتے ہی باقی رشتہ دار بھی جانا شروع ہو گئے تھے۔

صبا کی والدہ اور والد چلے گئے تھے جب کہ صبا کو ردا نے زبردستی روک لیا تھا ادھر سے یہ تینوں ہی رک گئی تھیں جب کہ وقار امی اور ابو چلے گئے تھے۔ مریم نے کئی بار جانا چاہا تھا مگر ردا کی دھمکیوں باقی لوگوں کے اصرار کے آگے اس کی ایک نہ چلی تھی۔

اور اس وقت وہ سب ردا کے کمرے میں دھما چوکڑی مچائے ہوئے تھے۔ ہر کوئی ردا کے سسرال والوں پر کمنٹس پاس کر رہا تھا اور ردا شرمائی لجائی سب کی باتیں سن رہی تھی۔

"ویسے سسرال تو بہت اچھی ہے' مجھے بہت پسند آئی ہے تمہاری سسرال۔" صبا جو اتنا سارا کھانا دیکھ کر کچھ بھی نہ کھا پائی تھی اب پلیٹ تھامے قورمہ اور بریانی تناول فرما رہی تھی۔

"لڑکا تو اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ تصویر تو دیکھی تھی نا۔" رمشا باجی نے کہا۔

"ہوں کمال کی شخصیت ہے۔" آمنہ نے فوراً سر ہلایا تھا۔

"کمال کی نہیں اسجد صاحب کی شخصیت کہو۔" کھاتے ہوئے صبا نے لقمہ دیا۔ آمنہ نے "ہونہہ" کہہ کر سر جھٹکا۔

"مجموعی طور پر فنکشن بہت اچھا اور شاندار تھا خصوصاً منگنی کا کھانا۔ یار! قورمہ تو بہت ہی لذیذ ہے اور بریانی کی کیا بات ہے۔" صبا نے پھر ٹانگ اڑائی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟ بڑی چپ بیٹھی ہو مریم صاحبہ! تمہاری کسی سے لڑائی ہو گئی ہے کیا؟" رمشا باجی کا بالکل خاموش بیٹھی مریم کی طرف دھیان ہوا تو ٹوکا۔

"اس نے آج کل چپ شاہ کا روزہ رکھا ہوا ہے اسے مت چھیڑیں۔ یہ منگنی پر آ گئی ہے یہ بھی بڑا غنیمت سمجھیں۔" ردا نے ناراضی سے جتایا۔

"ہیں یہ کیا معاملہ ہے۔" رمشا باجی نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"کوئی معاملہ نہیں۔ بس یونہی موڈی ہو رہی ہے آج کل۔" فوزیہ جو مریم کے احساسات سے باخبر تھی اس نے ٹالا۔

"پھر بھی کوئی وجہ تو ہو نا؟"

"موڈ نہیں ہے محترمہ کا اور موڈ ایک منٹ میں بناتی ہوں میں آپ ڈھولک منگوائیں اگر ہمیں زبردستی روکا ہے تو اب بور مت کریں۔ آج رت جگا منائیں گے۔" صبا جو کھانے سے فارغ ہو چکی تھی وہ فوراً قالین پر فوزیہ آمنہ کے درمیان آبیٹھی تھی۔

"زبردست 'آئیڈیا اچھا ہے۔ ڈھولکی کا کیا ہے ابھی منگوا لیتے ہیں۔" رمشا باجی فوراً تیار ہو گئی تھیں۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد سکندر نے کہیں سے ڈھولک لا دی تھی اور اب سب چھوٹے بڑے کمرے میں بیٹھے ڈھولک کے جائز ناجائز استعمال سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایسے ماحول میں مریم خود کو بہت دیر لاتعلق نہیں رکھ پائی تھی۔ صبا ڈھولک بجا رہی تھی' آمنہ چمچہ اور باقی لوگ تالیاں پیٹ رہے تھے۔ سکندر فارم میں آکر بھنگڑا ڈال رہا تھا جب کہ باقی سب کے قہقہے چھت پھاڑ تھے۔ دادی دونوں پھوپیاں ان کے بچے تایا' تائی 'عمر سبھی ادھر ہی تھے۔

ڈھولک میں تال ہے پائل میں چھن چھن

گھونگھٹ میں گوری ہے سہرے میں ساجن

جہاں بھی یہ جائیں بہاریں ہی چھائیں

خوشیاں ہی پائیں میرے دل نے دعا دی

میری دوست کی شادی ہے

ہماری دوست کی شادی ہے

صبا اور مریم کی مشترکہ آواز نے گیت کا حسن دوبالا کر دیا تھا اور سب نے تالیاں پیٹ پیٹ کر خوب داد دی۔

"اچھا وہ والا گاؤ نا؟" رمشا باجی کی نند نے گانا مکمل ہونے پر کہا۔

"کون سا؟" اس نے صبا کے کان میں کہا تو اس نے ڈھولک کی لے بدلی۔

"تجھ کو ہی دلہن بناؤں گا

ورنہ کنوارہ مر جاؤں گا"

دونوں نے مل کر تان اڑائی تو سکندر مریم کو دھکیل کر درمیان میں آبیٹھا۔

"کیا ہے؟"

"یہ گانا میں بھی گاؤں گا۔" مریم کی گھوری پر کہا گیا۔

"یہ منہ اور مسور کی دال۔" اس نے لتاڑا۔

"جا کے جوگن بن جائوں گی

سنگ تیرے نہ میں آئوں گی

سب سے میں یہ کہہ جائوں گی

تجھ کو نہ دولہا بنائوں گی

چاہے کنواری مر جائوں گی

دو سریلی آوازوں ہیں ایک مردانہ آواز سے گیت درمیان میں ہی رہ گیا تھا اور سب ہنس دی تھیں جب کہ عمر مریم کے جھلملاتے چمکتے چہرے کو تکے گیا۔

"سکندر باز آ جائو ورنہ مار کھائو گے۔" رمشا باجی نے ٹوکا۔

"نہ جی میں دلہن کا برابر کا بھائی ہوں۔ ساتھ ساتھ گائوں گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کوئی بات نہیں رمشا باجی! بیٹھنے دیں ابھی اس کی بھی شامت لے آتے ہیں۔" مریم جس کا موڈ بہت فریش ہو چکا تھا' رمشا باجی سے کہہ کر صبا کے کان میں کچھ کہنے لگی اور پھر دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسی تھیں۔

"یہ سازش میرے خلاف ہوئی ہے نا؟" اس نے پوچھا جب کہ ادھر کون متوجہ تھا۔

"نہیں دلہن کے بھائیوں کے خلاف۔" صبا نے ڈھولک بجائی تو مریم نے شرارت سے سکندر کو دیکھا۔

"وہ تو عمر بھائی بھی ہیں۔" اس نے دہائی دی مگر سنتا کون؟

ہم سب منگنی پر آئے شاوا

یہاں پر لڑکے دیکھے شاوا

کچھ تھے کالے کلوٹے شاوا

کچھ تھے لنگڑے لولے شاوا

ہم نے جو غور سے دیکھا شاوا

وہ تو لڑکی کے بھائی نکلے شاوا

شاوا بھئی شاوا، شاوا بھئی شاوا

چاروں طرف سے ہنسی کا ایک فوارہ پھوٹ پڑا تھا، عمر بھی بے اختیار ہنس دیا۔

"عمر بھائی دیکھ رہے ہیں۔" سکندر نے عمر کو مخاطب کیا۔

"یہ زیادتی ہے، میں اپوزیشن کی طرف سے شدید احتجاج کرتا ہوں۔" سکندر دہائیاں دے رہا تھا مگر ادھر پرواہ کسے تھی۔

"ہم منگنی پر آئے شاوا

یہاں پر لڑکے دیکھے شاوا

کچھ تھے غنڈے لوفر شاوا

ہم نے غور سے جو دیکھا شاوا

وہ تو اپوزیشن والے نکلے شاوا

شاوا بھئی شاوا، شاوا بھئی شاوا

عمر تو ایک طرف سکندر خود بے اختیار ہنس دیا تھا۔ اس کے بعد رات گئے تک ڈھولک بجتی رہی تھی، عمر نے کئی بار مریم کے ہنستے مسکراتے چہرے کو دیکھا اور پھر مسکرا دیا اور رات بہتی چلی گئی۔

...☆☆☆...

ابھی ردا کی منگنی سے فراغت ہی نصیب ہوئی تھی کہ ٹھیک تین دن بعد رشتہ کروانے والی کا فون آگیا کہ وہ چند لوگوں کو لے کر آنے والی ہے۔ لڑکا نیک تھا، معقول لوگ تھے امی جی کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ گھر میں امی نے فوراً ایمرجنسی نافذ کر ڈالی تھی، صفائی ستھرائی کھانے پینے کے انتظامات وقار کی بازار اور بیکری دوڑ فوزیہ سخت اکتائی ہوئی تھی تو مریم اس نئی افتاد پر بے چین تھی، آج کل صبا کی کزن کرشمہ صاحبہ خالہ کے گھر آئی ہوئی تھی اور اس کی انٹری ادھر منع تھی، بقول صبا کے کھیل وائنڈپ ہونے والا تھا، وہ دونوں طرف سے بھرپور انداز میں کھیل رہی تھی۔ کرشمہ بی بی اور صبا کی والدہ کی اپنی اپنی جگہ دونوں کی ایک دوسرے سے ٹھن چکی تھی۔ وہ ایک منہ پھٹ بد تمیز بگڑی ہوئی کرشمہ کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو رہی تھیں تو دوسری طرف کرشمہ صاحبہ نامعلوم ماریہ نامی لڑکی کی فون کالز سے

ملنے والی ہدایات پر عمل کرتے اپنے امیر کبیر ہونے کا رعب و دبدبہ جمانے کے چکر میں خالہ کی اصلیت ظاہر کرتے کرتے ان کی نگاہوں سے آئوٹ ہوتی جا رہی تھی۔ بس فائنل رائونڈ رہ گیا تھا آج کل سیمی فائنل چل رہا تھا اب جب کہ کامیابی کے امکانات روشن تھے ایسے میں رشتہ... مریم کے ہاتھ پائوں پھول گئے تھے۔

شام کو وہ مہمان آگئے تھے فوزیہ بددلی سے امی کی ہدایت پر تیار ہوگئی تھی جب کہ مریم کے دل کی رفتار تیز تر ہوچکی تھی۔

امی نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آمنہ اور مریم کو مہمانوں کے سامنے آنے پر کرفیو نافذ کر دیا تھا جب کہ اس نے دل ہی دل میں کوئی اور پلان بنا رکھا تھا۔

امی جی مہمانوں کے پاس تھیں آج ابو جی بھی جلدی آگئے تھے' کچھ دیر بعد وقار امی کا پیغام لیے چلا آیا کہ فوزیہ چائے لے کر اندر چلی جائے۔

"فوزیہ باجی! لائیں میں لے جاتی ہوں۔" اس نے کہا تو فوزیہ نے حیرانی سے دیکھا۔

"امی سے جوتیاں کھانی ہیں۔ امی کی ہدایت بھول گئی ہو کیا؟"

"جوتیاں کھانی ہیں نہ کچھ بھولی ہوں۔ کچھ نہیں ہوتا' آپ بعد میں آجایئے گا میں ذرا دیکھ کر آئوں کیسے لوگ ہیں' پلیز..." اس نے مسکین سی صورت بنالی۔

"اگر امی خفا ہوئیں تو مجھے مت کہنا۔"

"نہیں کہوں گی۔" وہ ٹرالی گھسیٹتے باہر نکل آئی تھی جب کہ فوزیہ کے ہاتھ پیر بھول گئے۔

"مریم... مریم..." اس نے روکنا چاہا مگر اب بے سود تھا۔ مریم بی بی اپنے پلان پر عمل درآمد کر چکی تھیں۔

"السّلام علیکم!" وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو امی کا حیرت سے منہ کھلا رہ گیا۔

"تم...؟"

"وعلیکم السّلام!" مہمان خواتین مکمل طور پر متوجہ ہوچکی تھیں اب امی کچھ نہیں کر سکتی تھیں اور اسے پروا بھی نہ تھی' امی سے نظریں چرا کر مسکرا کر مہمانوں کو دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر نہایت سلیقے سے برتن ٹیبل پر سجانے لگی۔ سب اسے ہی دیکھ رہے تھے ابو جی بھی حیران ہوئے تھے مگر ٹال گئے کہ شاید فوزیہ بعد میں آئے۔ اس نے باری باری چائے کپوں

میں انڈیل کر سب کو دیئے لوازمات پیش کرنے کے بعد امی کو دیکھا وہ کینہ توز نظروں سے گھور رہی تھیں‘اس نے سوچا اب بھاگ لے اس سے پہلے کہ اپنی سوچ پر عمل درآمد کرتی سامنے بیٹھی خاتون نے روک لیا۔

”کیا نام ہے بیٹا آپ کا؟“

”جی مریم!“ وہ رک گئی تھی۔

”ماشاءاللہ! کیا ایجوکیشن ہے آپ کی۔“ اگلا سوال تھا خواتین خاصی معقول اور شائستہ اطوار کی مالک لگ رہی تھیں‘اس کا اعتماد بحال ہوا

”جی میں بی ایس سی کے ایگزیمز دے کر ابھی فری ہوں۔ایم ایس سی کرنے کا ارادہ ہے۔“

دونوں خواتین نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

”معافی چاہتی ہوں مگر ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ لڑکی ایم اے انگلش ہے۔“ پہلی خاتون نے سنبھل کر پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ان خاتون کی یادداشت کمال کی تھی‘اس نے ستائشی نظروں سے انہیں دیکھا شاید یہ ہی لڑکے کی والدہ تھیں۔

”جی وہ فوزیہ آپی ہیں میری بڑی بہن۔“

”کیا؟“ وہاں موجود ہر فرد چونکا تھا‘ امی نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

وہ ایک ایسی بدشگونی کی مرتکب ہو چکی تھی جو ناقابل معافی تھی۔

”جاؤ مریم! فوزیہ کو بھیجو۔“ معاف کیجیے گا یہ میری چھوٹی بیٹی ہے۔“ امی جی کا ضبط بھی یہیں تک تھا اسے اشارہ کر کے معذرت کی۔

کچھ دیر بعد مہمان رخصت ہوئے تو لڑکے کی والدہ نے امی جی کے ہاتھ تھام کر کہا۔

”بہن! ماشاءاللہ آپ کی دونوں بچیاں ہی بہت پیاری اور سلجھی ہوئی ہیں۔ہم جلدی ہی فیصلہ کر کے جواب دیں گے۔“ اور امی ”دونوں بچیاں“ سن کر ہی بھول گئی تھیں‘ ان لوگوں کے جانے کے بعد امی اس کے سر ہو گئی تھیں۔

”یہ کیا حرکت تھی‘ جب میں نے کہہ دیا تھا کہ فوزیہ کے علاوہ کوئی ادھر بھٹکے گا بھی نہیں تو تمہیں ہمت کیسے ہوئی ادھر آنے کی۔“ امی جی کا غصے سے برا حال تھا‘ وہ فوراً ابو کے کندھے سے جا لگی۔

”میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا‘ میں مہمانوں کو دیکھنا چاہتی تھی۔“ ایک دم آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی‘ امی جی نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

”کیوں خفا ہوتی ہو‘ بچی ہے۔ ویسے بھی کوئی نامعقول حرکت نہیں کی اس نے کہ تم اتنا شور مچائو۔“ ابو جی نے ہمیشہ کی طرح اس کی طرف داری کی۔

”آپ کے اسی لاڈ پیار نے اسے خود سر اور ضدی بنا ڈالا ہے۔“ وہ ابو جی پر بھی گرم ہوئیں۔

”امی جی کیا ہو گیا ہے‘ کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔“ فوزیہ بھی اس کی حمایت میں بولی تھی۔

”خوامخواہ پریشان نہیں ہو رہی‘ اس لڑکے کی ماں کی نیت بدل گئی ہے‘ وہ جس طرح جاتے ہوئے دونوں بچیاں کہہ کر گئی ہے میرا دل ہول رہا ہے... میں صاف کہہ رہی ہوں کہ اگر ایسا واقعی ہوا نا تو پھر میں صاف انکار کر دوں گی۔ اگر مجھے چھوٹی کا ہی کرنا ہے تو عمر بُرا ہے کیا؟“ امی شروع ہو چکی تھیں۔

...☆☆☆...

کرشمہ ادھر آ چکی تھی وہ آزاد خیال کی مالک خاصی منہ پھٹ آئوٹ آف اسپوکن لڑکی تھی۔ آج کل تو ویسے ہی خالہ کے خلاف ثبوت ڈھونڈنے آئی تھی۔ اوپر سے نامعلوم ماریہ نامی لڑکی کی کالز اور خصوصی بریفنگ سونے پر سہاگہ تھا۔

ان چند دنوں میں ہی خالہ پر اس کے جوہر کھلنا شروع ہو گئے تھے۔

ان چند دنوں میں ہی کرشمہ کے طور طریقے دیکھتے انہیں ہول اٹھنے لگے تھے۔ کہاں وہ بہت ماڈرن بننے کی کوشش کے باوجود شلوار قمیص سے ہٹ کر ساڑھی جیسے لباس تک نہیں آ سکی تھیں اور کہاں محترمہ کرشمہ صاحبہ کا لباس ہی جینز شرٹ‘ ٹی شرٹ‘ لانگ شرٹ کے علاوہ ٹرائوزر تھا۔

ایک دن انہوں نے ٹوک دیا کہ انہیں ایسا لباس پسند نہیں‘ خیال تھا کہ بہو پرا بھی اس کے لباس کی طرف سے اپنی پسند ناپسند واضح کر دی جائے مگر کرشمہ کو ناگوار گزرا۔

”آپ اتنی دقیانوس ہیں آنٹی! آپ جانتی ہیں یہ لباس تو میرا فیورٹ ہے‘ آپ مجھے شلوار قمیص پہننے کو کہہ رہی ہیں ایسا پینیڈو لباس تو میں مر کر بھی نہ پہنوں۔“

امیر کبیر لائق فائق پڑھی لکھی بہو کا یہ صاف جواب' ان کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ آج تک ان کی اولاد کی مجال نہ ہوئی تھی کہ انہیں پلٹ کر جواب دے دے اور بھانجی صاحبہ اٹھتے بیٹھتے ان کے پینڈو پن پر طنز فرما رہی تھیں۔

بات یہاں تک رہتی تو ٹھیک تھا کھانے پینے' سونے جاگنے تک کے معمولات تک ان لوگوں سے متضاد تھے خاور ان کا اکلوتا بیٹا تھا' انہیں اپنا بڑھاپا عذاب اور گھر کا مستقبل تاریک ہوتا لگ رہا تھا۔ محترمہ کو کچن کے کاموں میں چائے تک بنانا نہیں آتی تھی اور گھریلو امور میں اس کی معلومات صرف اس حد تک تھی کہ کام والی کو پیسے دے کر گھر چمکالو بھلے وہ کام والی صفائی کے ساتھ ساتھ گھر کا ہی صفایا کر جائے۔

اس دن تو حد ہو گئی وہ کرشمہ کے کمرے کے دروازے سے کان لگائے اندر کی صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

صبا مریم کے ہاں گئی تھی کرشمہ گھر پر ہی تھی۔ ایسے میں اس کی ٹوہ کرنا اچھا موقع تھا۔

"دیکھنا اس بوڑھیا کو کیسے مزا چکھاتی ہوں۔ وہ سمجھتی کیا ہے خود کو' نجانے کس چیز کا غرور ہے۔ میری ڈریسنگ پر تنقید کرتی تھی ماریہ! تو میں نے بھی سیدھا جواب منہ پر مارا۔ نوکروں والے کاموں کی

مجھ سے توقع کرتی ہے میں نے بھی مزا نہ چکھایا تو میرا نام بھی کرشمہ نہیں۔ بس میرے ہاتھ پرانی منگنیوں یا چند لوگوں سے متعلق ثبوت لگ جائیں پھر دیکھنا میں ماما پاپا کے سامنے کیسے سارا کچا چٹھا کھولتی ہوں۔" کرشمہ خاصے جوش سے کہہ رہی تھی' انہوں نے تھوڑے سے کھلے دروازے سے دیکھا' وہ بستر پر دراز تھی' دروازے کی طرف پشت تھی۔ اپنے متعلق نادر خیالات سن کر ان کا جلالی غصہ ایک دم ان کی عقل پر حاوی ہوا۔ جی چاہا کہ ابھی اندر جائیں اور اس کی چوٹی پکڑ لیں۔

"مجھے کون سا رشتوں کی کمی ہے' رشتوں کی لائن ہے جو حاضر ہے۔ ماما کو بھی بس بہن کی محبت کا بخار چڑھا تھا' اب واپس جا کر ان کی اصلیت بتائی تو دیکھنا کیسے صاف انکار کرتی ہیں میری ماما۔" وہ حیرت سے گنگ تھیں یہ ان کی پسند ان کی بھانجی تھی جس کی دولت و

جائیداد کے لالچ میں اپنے انتہائی فرماں بردار ہیرے جیسے بیٹے کے دل کا خون کر کے اپنی من مانی کی تھی‘ ان کا غرور ان کو منہ چڑا رہا تھا۔

”بس ڈراپ سین باقی ہے یار! بہت اچھا کیا تم نے مجھے گائیڈ کیا اگر میں اپنے اصلی حلیے میں اس عورت کے سامنے آتی تو اس کی اصلیت کب کھلنی تھی؟ تمہاری ہدایت پر عمل کیا تو اس عورت کا اصل روپ بھی سامنے آگیا۔ میں نے اپنے گھر میں کبھی ہل کر پانی کا گلاس نہیں پیا اور یہ بڑی بی کہہ رہی تھیں کہ شادی کے بعد مجھے نا صرف گھر بار سنبھالنا ہو گا بلکہ کچن بھی دیکھنا ہو گا اور دیکھو ماما نے مجھے یہ لالچ دیا تھا کہ ان کی بہن ان سے مرعوب ہے‘ انہیں دولت کا لالچ دے کر شادی کر لیتے ہیں‘ اکلوتا بیٹا ہے‘ نند کی تو شادی ہو جائے گی کون ساوہ میری ذمہ داری ہو گی کبھی کبھار آئے گی‘ لڑکے کو گھر داماد بنالیں گے۔ ماں نے زیادہ شور کیا تو مہینے کے مہینے خرچہ دے دیا کریں گے‘ اب آکر ماما اپنی ڈکٹیٹر بہن کو دیکھیں تو کانوں کو ہاتھ لگائیں اور کبھی پلٹ کر ادھر کا رخ نہ کریں۔ میرا حوصلہ ہے جو میں یہ سب برداشت کر رہی ہوں محض اس عورت کی اصلیت ظاہر ہونے تک۔“

ان کا حوصلہ بس یہیں تک تھا ایک دم دھڑام سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اے لڑکی! کیا ہے اصلیت میری‘ ذرا بتاؤ مجھے بھی۔ یہ میرا حوصلہ ہے جو اتنے دن تمہیں برداشت کر لیا۔ جس میں حیا نہ شرم۔ میں نے دولت لے کر چاٹنی ہے خالی۔ تم جیسی لڑکی پر میں لاکھ بار لعنت بھیجتی ہوں‘ میرا ہیرے جیسا بیٹا تمہاری جیسی منہ پھٹ بدلحاظ‘ بدتمیز‘ جاہل لڑکی کے بھلا قابل ہی کب ہے۔ یہ تو میری عقل گھاس چرنے چلی گئی تھی‘ جو تم جیسی لڑکی کے متعلق سوچا۔ میں سو بار تم پر لعنت بھیجتی ہوں۔“ ان کے الفاظ دوسری طرف صبا اور اسپیکر آن ہونے کی وجہ سے مریم نے بھی سنے تھے۔

”ہاں تو آپ کیا لعنت بھیجیں گی بڑا ادب لحاظ کر لیا میں نے آپ کا۔“ یہ کرشمہ کا زہریلا لہجہ تھا‘ صبا نے فوراً موبائل آف کیا۔

”باپ رے! لگتا ہے فائنل اوور چل رہا ہے‘ کون جیتتا ہے آن ائیر چل کر دیکھتے ہیں۔ چلو جلدی کرو۔“ اس وقت وہ دونوں حسب معمول مریم کے گھر کی چھت پر ایک طرف بنے برآمدے میں بیٹھی کرشمہ سے بات کر رہی تھیں۔

”پہلے یہ سم تو بدل لو۔“ اسے اس طرح بھاگتے دیکھ کر مریم نے ٹوکا تو اس نے فوراً سم نکالی۔

"مجھے لگتا ہے اب اس سم کی ضرورت نہیں رہی' سنبھالو اپنی سم یا ضائع کر دو اس سے پہلے کہ راز فاش ہو۔ میں چلتی ہوں بلکہ تم بھی ساتھ آئو۔ میں دونوں کو اکیلے نہیں سنبھال پائوں گی ایک عدد تمہارے جیسے سپورٹر کی ضرورت بہر حال ہے۔"

"چلو...!" مریم نے بھی سم لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے گھر کے عقب میں خالی احاطے میں اچھال کر اس کے ساتھ چل دی تھی۔ ان کا منصوبہ مکمل ہو چکا تھا اب بس آخری ضرب باقی تھی جو وہ دونوں روبرو جا کر سرانجام دے سکتی تھیں' ایسے میں اب اس سم کی کوئی ضرورت نہ رہی تھی' یہ سم کئی سال سے اس کے پاس فالتو پڑی ہوئی تھی۔ جو انہوں نے ایک لوکل شاپ سے خریدی تھی' اس سم کو استعمال کرتے ہوئے دونوں مطمئن تھیں کہ یہ سم رجسٹرڈ نہ تھی اور خریدتے وقت شاپ کیپر نے شناختی کارڈ مانگا تھا' مگر اس وقت پاس نہ تھا۔ لڑکیاں سمجھ کر اس نے سم تو دے دی تھی مگر اس تاکید کے ساتھ کہ کل آکر شناختی کارڈ کی کاپی جمع کروا کر رجسٹرڈ کروالیں پھر نہ کبھی اس دکان پر جانا ہوا اور نا ہی کاپی دی۔

یہ سم بُرے وقتوں میں کام آنی تھی۔ اب وہ دونوں دیوار پھلانگتے صبا کے ہاں تھیں' نیچے سے دونوں خواتین کی زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اب ان بولتی خواتین میں یہ دونوں لڑکیاں بھی شامل ہو گئی تھیں۔

...☆☆☆...

ان کا فائنل کامیاب رہا تھا۔ ایک گھمسان کا رن پڑا تھا' دونوں فریقین میں۔ جواباً کرشمہ اسی دن اپنے گھر روانہ ہوئی تو اسی شام اس کی والدہ کے فون نے تمام کسر پوری کر دی۔ انہوں نے وہ باتیں سنائیں کہ... نصرت بیگم بھی ادھر کون سا ٹھنڈے مزاج کی خاتون تھیں' جو آرام و سکون سے سہہ جاتیں۔ بہن کو ایک کی بجائے دس سنائیں اور کرشمہ کے اندر وہ وہ خامیاں نکالیں جو اس میں تھی ہی نہیں جواباً دونوں نے نا صرف رشتہ دینے لینے سے انکار کر دیا بلکہ آئندہ ملنے ملانے کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔

وہ اٹھتے بیٹھتے آہیں بھر رہی تھیں اور صبا جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی۔

"کتنی بار تو آپ کو ابو جی بھائی سب نے کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے لوگوں میں سے لڑکی لائیں گے، مگر آپ کو بھی شوق تھا اونچے امیر گھرانے کی بہو لانے کا۔ اب اس کا انجام بھی دیکھ لیا۔ شکر ہے شادی سے

پہلے کرشمہ کی اصلیت کھل گئی، شادی کے بعد نجانے کیا ہوتا۔" وہ اب ہر وقت اسی کی باتیں کرتی رہتی تھی۔ ایسے میں نصرت بیگم اسے گھور کر رہ جاتیں مگر اب کہنے کو کچھ نہ بچا تھا۔

"ہائے کتنی خواہش تھی میری فوزیہ آپی ہماری بھابی بنیں۔ آج کل ان کا رشتہ چل رہا ہے کہیں، مگر ہماری کون سنتا ہے یہاں؟ پتا نہیں خاور بھائی کس کو پسند کرتے تھے کتنا انکار کیا تھا انہوں نے ان کی پسند ہی دیکھ لیتیں۔" کن انکھیوں سے ماں کو دیکھتے رقت آمیز انداز میں کہا تو انہوں نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر دیکھا، بات کچھ دل پر لگی تھی۔

"تم چپ ہو گی یا میرے سر پر اسی طرح نازل رہو گی؟" وہ اس وقت بستر پر دراز اپنی غلطی پر ماتم کناں تھیں۔ صبا کو ان پر ترس آیا۔ مگر اس وقت ذرا سی کمزوری نقصان دہ تھی وہ انہیں مکمل طور پر شرمندہ دیکھنا چاہتی تھی۔

"ہاں مجھے چپ کروالیں، بھائی کو بھی چپ کروالیا۔ ابو نے بھی فوزیہ آپی کے لیے کہا مگر آپ نے کبھی ان کا نام لینا بھی پسند نہ کیا۔ کرشمہ سے تو لاکھ درجے بہتر تھیں فوزیہ آپی!" وہ آج کل بار بار فوزیہ کا نام لے رہی تھی، ان کے دل سے ہوک اٹھی۔

"اب کیا ہو سکتا ہے بھلا، اس کا تو رشتہ طے ہو رہا ہے؟" غرور ٹوٹا تو نیچے کا منظر بھی نظر آنے لگا، بس گردن جھکا کر نیچے دیکھنے کی دیر تھی۔

"ابھی ہوا تو نہیں نا، دیکھیں امی کتنے فائدے تھے فوزیہ آپی کے، ساری عمر آپ کی خدمت کرتیں، مجھے تو بیاہ ہی دینا تھا آپ نے۔ ہمیشہ آپ کی رائے کو اہمیت دیتیں۔ خصوصاً خاور بھائی کو چھین کر کہیں لے جانے کا ڈر تو نہ رہتا۔ کوئی امیر کبیر آتی تو ہمیں دبانے کی کوشش کرتی جب کہ فوزیہ آپی تو سب کو ملا کر رکھنے والی ہستی ہیں۔" لوہا گرم دیکھ کر اس نے فوراً چوٹ لگائی تھی۔

نصرت بیگم کے اندر ملال گہرا ہوا۔ صبا ان کو نفسیاتی طور پر کمزور کر رہی تھی۔ خاور کتنا ناراض تھا۔ کتنی بار اپنی پسند ظاہر کی، باقاعدہ نام لیا، مگر انہوں نے کیا کہا؟ اس نے ضد سے، غصے سے، منت سے منوانے کی کوشش کی مگر انہوں نے اپنی عقل پر لالچ کا پردہ ڈال رکھا تھا بہن

کی محبت سے زیادہ امیر کبیر بہولانے اور سوسائٹی میں گردن اکڑا اکر چلنے کے زعم میں مبتلا تھیں اور اب کیا ہوا؟ اس لڑکی نے انہیں دھڑام سے زمین پر گرا ڈالا تھا یوں کہ اپنے لالچ کی بدولت خود ہی سے شرمندہ تھیں۔

”کہاں بات چل رہی ہے فوزیہ کی؟“ پچھلے دنوں سے وہ صرف کرشمہ کے مسئلے میں الجھی ہوئی تھیں ارد گرد کی صورت حال سے قطعی بے خبر‘ اب خود کو سنبھال کر پوچھا۔ صبا فوراً ان کے قریب ہو کر بیٹھی۔

”لڑکا بینک منیجر ہے‘ چچا جان اور چچی جا کر لڑکا دیکھ آئے تھے لڑکے کی والدہ بھی دیکھ گئی ہیں۔ چچا نے تحقیقات تک کروالی ہیں‘ فیملی اچھی اور سلجھا ہوا خاندان ہے اگر ان لوگوں کی طرف سے مثبت جواب ملا تو ان کا ارادہ فوراً بات طے کرنے کا ہے۔“ ان کا دل ڈوب گیا۔

”اچھا...!“ ایک اچھا رشتہ ان کی دسترس میں تھا اپنی انا‘ ضد اور لالچی فطرت کی بدولت گنوا ڈالا تھا۔ ان کے اندر ملال کے بادل گہرے ہونے لگے۔ اپنے زعم میں وہ فوزیہ اور اس کی ماں بہنوں کو نجانے کیا کچھ کہتی رہتی تھیں‘ اپنے سامنے تو وہ کسی کو کچھ گردانتی ہی نہ تھیں‘

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اب واپس پلٹیں تو بھی کیا گارنٹی تھی کہ وہ لوگ اچھا سلوک کریں گے۔ ماضی میں جو رویہ وہ ان لوگوں کے ساتھ روا رکھے ہوئے تھیں اس کے پیش نظر تو انہیں بُرے سے بُرے سلوک کی توقع رکھنی چاہیے تھی۔

”امی پلیز مجھے فوزیہ آپی بہت پسند ہیں۔ آپ چل کر باتیں کریں نا ابو جی اور بھائی سے بھی کہیں‘ وہ لوگ انکار نہیں کریں گے۔ ایک دفعہ میری بات مان لیں۔“ بھائی کا نام لیے بغیر وہ کہہ رہی تھی۔

”اور اگر انہوں نے انکار کر دیا تو؟“ انہوں نے دل کا خدشہ بیان کیا‘ اب تو ساری اکڑ سارا غرور مٹی میں مل چکا تھا بس یہی خواہش تھی کہ ایسی لڑکی کو بہو بنا لیں جو نا صرف بڑھاپے میں ان کی خدمت کرے بلکہ ان کا بیٹا کہیں بھی لے کر نہ جائے اور فوزیہ ہر لحاظ سے معقول تھی اس کے لیے۔

”وہ تو بعد کی بات ہے۔ ایک دفعہ پرپوزل تو دیں نا۔“ صبا نے ماں کی ہمت بندھائی تو انہوں نے گہرا سانس لیتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

...☆☆☆...

اس بینک منیجر کے رشتے کی طرف سے مثبت جواب مل گیا تھا۔امی جی ان لوگوں کا جواب سن کر پہلے تو حیران ہوئیں پھر ان لوگوں کو خواب سنائیں اور آخر میں منہ پر کپڑا لپیٹ کر لیٹ گئیں۔

"پتا تو کرو ادھر سے آخر کیا جواب ملا ہے جو امی اتنے صدمے سے لیٹ گئی ہیں۔" آمنہ فری ہونے کے بعد پُرجوش تھی۔

"انکار ہو گیا ہو گا۔" اس نے اپنی سابقہ کارکردگی کی روشنی میں اندازہ لگایا۔

"تمہارے منہ میں خاک۔" فوزیہ خاموش تھی'آمنہ نے دہل کر کہا۔پھر بار بار اس کے اصرار پر وہ امی کے پاس آبیٹھی۔

"امی کیا ہوا ہے؟" اس نے بڑی محبت سے پوچھا۔انہوں نے دوپٹہ ہٹا کر خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ سب تیرا کیا دھرا ہے' کتنا منع کرتی رہی کہ کوئی مہمانوں کے سامنے نہیں آئے گی۔تم کو تو ماں کی نصیحت اچھی نہیں لگتی۔جس بات سے منع کیا وہی کام کیا۔" وہ فوزیہ کے لیے انکار کر کے تمہارے لیے کہہ رہے ہیں۔پیچھے کھڑی فوزیہ اور آمنہ دونوں حیران ہو گئیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا واقعی؟"فوزیہ کی بات نہ بننے پر ایک دم خوشی ہوئی مگر امی کا زوردار ہاتھ اس کی کمر پر نشان چھوڑ گیا۔

"تجھے اتنی خوشی کس لیے ہو رہی ہے؟سوچا تھا ایک کا مسئلہ ہے ہو جائے باہر' پھر باقیوں کا بھی کروں گی۔مگر تمہارے جیسی منحوس بہن جس کی ہو وہاں ایسے ہی بنا بنایا کھیل بگڑتا ہے۔" امی جی کے اب

آنسو بہہ رہے تھے' مریم اس صاف الزام پر بگڑ گئی۔

"تو مجھ کو الزام کیوں دے رہی ہیں'ان لوگوں کی ہی نیت خراب تھی اس سے پہلے بھی تو کئی بار میں مہمانوں کے سامنے گئی تھی۔"

"تم میرے سامنے سے ہٹ جائو' ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔" اس نے بے بسی سے بہنوں کو دیکھا'آمنہ اور فوزیہ کے اشارے پر وہاں سے ہٹ تو گئی مگر دل سے بہت خوش تھی'صبا کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دی تو وہ بھی حیرت زدہ تھی۔

"ہائے واقعی؟"وہ خوشی سے بولی۔

"آرام سے سکون سے۔" اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"ہائے مریم مجھے بڑی ٹینشن تھی کہ کہیں امی کے راضی ہونے تک تم لوگ ہاں نہ کہہ دو۔ اب سمجھو ایک دو دن میں امی تم لوگوں کے ہاں چکر لگا رہی ہیں۔" اس نے اپنی بھی کارکردگی سے آگاہ کیا۔

"اگر تمہاری ماں جی کو پتا چل جائے کہ کرشمہ کارشتہ ختم کرنے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے تو سمجھو وہ شام سے قبل ہی اوپر پہنچا دیں گی۔" وہ دونوں اس وقت اپنی میٹنگ پلیس یعنی چھت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

"ایویں پتا چل جائے گا' ہم نے بھی کوئی نشان تک نہیں چھوڑا اور جب تک منہ سے بھاپ تک نہ نکالیں گی خاک پتا لگے گا۔ ویسے چچی جی کا کیاری ایکشن ہے۔"

"سر منہ لپیٹے لیٹی ہوئی ہیں۔ امی کو واقعی گہرا صدمہ پہنچا ہوا ہے۔"

"چلو نیچے چل کر دیکھتے ہیں۔" وہ دونوں نیچے اتر آئی تھیں' امی نے دوپٹا ہٹا کر کھا جانے والی نظروں سے خراماں خراماں سیڑھیاں اترتی دونوں لڑکیوں کو دیکھا۔ دونوں کسی بات پر زور سے ہنس رہی تھیں۔ ان کا جی اور جل کر خاک ہوا۔

"تمہیں اپنے گھر میں چین نہیں پڑتا؟" برآمدے میں آتے ہی گولہ بارود کی بارش ہوئی تھی' مریم کی ہنسی نکل گئی۔ صبا نے شکایتی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"پڑتا ہے' مگر کیا کروں یہاں دل زیادہ لگتا ہے۔" وہ بھی ڈھیٹ تھی' دانت نکوسے کہہ رہی تھی۔ امی جی کا ماتھا ٹھنکا۔ لڑکی جوان' خوب صورت اوپر سے چالاک اور ہوشیار بھی تھی۔ کہیں وہ ان کا وقار تو نہیں پھنسا رہی۔ انہوں نے اسے نگاہوں ہی نگاہوں میں یوں تولا گویا قصاب بھینس کو تولتا ہے۔ وقار تو جب یہ آتی تھی گھر میں نہیں ہوتا اس وقت گھر میں تھا۔ انہوں نے کونے میں پڑی چارپائی پر لیٹے بیٹے کو دیکھا۔ جو صبا کو دیکھ کر اٹھ بیٹھا تھا اور اسے دیکھ بھی رہا تھا۔

"چلو اندر چلتے ہیں آمنہ اور فوزیہ ادھر ہی ہیں۔" وہ ماں کے اگلے جواب سے پہلے ہی اس کا بازو گھسیٹ کر اپنے مشترکہ کمرے میں لے آئی تھی۔

فوزیہ الماری درست کر رہی تھی اور آمنہ پیپرز کی فراغت ملنے پر رسالوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"ہیلو ایوری باڈی!" صبا بستر پر آ بیٹھی۔

"ہیلو...!" دونوں نے مسکرا کر ویلکم کہا۔

"فوزیہ باجی بینک منیجر والے رشتے سے انکار پر دلی صدمہ ہوا۔" اس نے آغاز کیا فوزیہ مسکرا دی۔ وہی مخصوص دھیمی مسکراہٹ جو اس کی ذات کا حصہ تھی۔

"کوئی بات نہیں یہ پاکستان ہے۔ یہاں یہ چھوٹے موٹے ہارٹ اٹیک ہفتے میں دو بار ہر لڑکی والے برداشت کرتے ہیں۔ صبر' ہمت... حوصلہ!" آمنہ نے بڑی دلگیری سے اماں جی والے انداز میں کہا۔ فوزیہ ہنس دی۔

"زبردست! یعنی آپ سے کوئی ہمدردی نہ کی جائے۔"

"بالکل!" قمیص استری کر کے ہینگر پر لٹکا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ!" اس نے سراہا۔

"ویسے مریم سوچنے کی بات ہے تمہارے اس اول جلول حلیے میں لڑکے کی ماں کو آخر نظر کیا آگیا تھا۔" رسالہ ایک طرف ہٹا کر آمنہ نے سنجیدگی سے پوچھا جواباً اپنے حلیے پر اس تنقید پر اس نے اسے گھورا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"مجھے تو لڑکے کی والدہ کا دماغی توازن ہی خراب لگتا ہے۔" صبا نے بھی جلتی پر تیل کا کام کیا۔

"صبا؟" مریم نے دانت پیسے تبھی وقار نے بھی کمرے میں انٹری دی۔

"ویسے رشتہ ہر لحاظ سے معقول ہے۔ اگر لڑکے کی والدہ کی خواہش پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے تو...؟" فوزیہ نے بھی چھیڑا تو مریم نے منہ بنالیا۔

"کیا خیال ہے مریم! امی کو راضی کریں پھر..." وقار بھی کبھی کبھار ان تینوں بہنوں کی محفل میں جب اتوار کو چھٹی والے دن فارغ ہوتا تو شامل ہو جاتا تھا آج بھی چھٹی تھی' وہ ان کے درمیان آ بیٹھا تھا

جب کہ کچھ دیر قبل دل میں پیدا ہونے والے خیال سے گھبرا کر امی جی نے ایک دو بار اندر جھانکا جہاں ان سب کے قہقہوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

”نہیں! یہ نہیں ہو سکتا؟“ مریم نے اداکاری کرتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھ کر ایکشن سے کہا۔

”زیادہ ہیروئن بننے کی ضرورت نہیں۔“ صبا نے کشن مار کر اس کی ساری اداکاری نکال دی تھی۔

”ویسے حرج بھی نہیں کافی معقول لوگ ہیں۔“ آمنہ بھی متفق ہو چکی تھی، مریم نے مجبوراً گھورا۔

”میں کیوں بھلا کسی سُود خور سے شادی کرنے لگی۔“

ہیں... یہ سود خور کون ہے؟“ وقار کو حیرت ہوئی۔

”بینک میں کام کرتا ہے لڑکا! سودی کاروبار میں برابر کا شریک، اللہ معاف کرے۔ ہمیں بچائے۔“ اس نے فوراً دونوں گال پیٹتے کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کی، سب ہنس دیئے۔

”اسے کہتے ہیں دور کی کوڑی لانا، جیتی رہے میری بہن! تم تو خاصی عقل مند ہو۔“

”آپ کی کمزور اطلاع کے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے ہی عقل مند ہیں۔“ اس نے فرضی کالر کھڑے کیے۔

”بے وقوفوں کی عقل مند۔“ وقار کے جملے پر ایک بار پھر بے ساختہ قہقہہ پڑا تھا۔

”بے وقوف سے یاد آیا میں نے سنا ہے آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کے برادر محترم کی منگنی اپنی بھانجی صاحبہ سے ختم کر دی ہے۔“ اچانک وقار نے یاد آنے پر پوچھا، صبا چونکی۔ جب کہ فوزیہ اور آمنہ بھی متوجہ ہو گئی تھیں اور باہر بار بار نظر ڈالنے کے بعد امی جی خود ہی ادھر چلی آئی تھیں اور وقار کے منہ سے انکشاف سن کر ٹھٹک گئی تھیں۔

”تمہیں کس نے بتایا؟“ ابھی تو یہ خبر صرف ابو جی تک ہی پہنچی تھی۔

”معاذ نے...!“ اس نے ہمسایوں کے لڑکے کا نام لیا، مریم بھی چپ ہو کر دیکھنے لگی۔

”اسے کیسے پتا چلا؟“

”تمہارے گھر کام کرنے والی ملازمہ ان لوگوں کے ہاں بھی کام کرتی ہے میرے خیال سے۔“ صبا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ہاں میرے پیارے بھائی...اس سانحے کو آج تیسرا دن ہے۔" صبا نے بتایا۔

"ویسے یہ ہوا کیسے؟" اس نے ازراہِ ہمدردی استفسار کیا۔

"دونوں پارٹیز کو احساس ہو گیا تھا کہ دونوں ہی بے جوڑ تعلق باندھنے کی کوشش میں ہیں۔ دونوں طرف سے دھاگہ کھینچے کی ضرورت میں ٹوٹنا ہی تو تھا۔"

امی جی کے چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ مچل گئی۔

وہ بڑے سکون سے بغیر اندر کی رپورٹ لیے واپس پلٹ گئیں اور اندر ان سب کی گفتگو ایک نئے موضوع میں داخل ہو گئی تھیں۔

...☆☆☆...

نصرت بیگم چند دن سوچنے کے بعد ساتھ والے گھر میں چلی آئی تھیں۔ مریم کی والدہ انہیں اپنے ہاں دیکھ کر ٹھٹکی تھیں۔ دونوں کی بظاہر کبھی لڑائی نہیں ہوئی تھی مگر دونوں ہی ہمیشہ دل ہی دل میں ایک دوسرے خائف اور بدظن رہی تھیں اور اس کدورت کا اظہار اپنی اپنی اولادوں کے سامنے برملا کرتی تھیں۔

نصرت بیگم نے جب سے خاور بھائی کی منگنی کرشمہ سے کی تھی ادھر امی جی کا بھی رویہ ان سے بہت بدل گیا تھا۔ پہلے جو کدورت دل میں رہتی تھی وہ اب اکثر طنز کی صورت لبوں پر رہتی تھی۔ اب خاور کا رشتہ ختم ہونے کے بعد ان کی گھر آمد پر وہ حیرت زدہ تھیں۔

امی انہیں لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں اور مریم جو ان کی آمد کے مقصد سے باخبر تھی۔ اس کے کان امی کے کمرے کی کھڑکی سے جا لگے تھے۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟" فوزیہ اور آمنہ نے اس کی حرکت کو گھورا۔

"دیکھ نہیں رہیں۔" اس نے آمنہ کو گھورا۔

"ہر وقت دوسروں کی ٹوہ لینے والوں پر آخرت میں آگ کے گولے مارے جائیں گے۔"

اس نے پلٹ کر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ ایک تو اندر نجانے کیا مذاکرات چل رہے تھے کہ کان لگانے کے باوجود کچھ پلے نہ پڑ رہا تھا اوپر سے آمنہ کی باتیں۔

چند دنوں میں روزے شروع ہونے والے تھے' آمنہ اور فوزیہ گھر کی صفائیوں میں مگن تھیں۔ اُدھر کھڑے کچھ پلے نہ پڑا تو وہ اندر چلی آئی' امی جی نے اسے دیکھ کر گھورا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا ہے؟" وہ بگڑے تیور سے بولیں۔

"کچھ نہیں یونہی ادھر آگئی۔" وہ مسکرا کر کہتے ماں کے تیوروں کو نظرانداز کرتی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔امی جی نے پہلے اسے گھور کر پھر نصرت بیگم کو دیکھا۔

"چلیں جو ہونا تھا ہو گیا' آپ کو کون سا رشتوں کی کمی ہے۔ماشاءاللہ کھاتے پیتے لوگ ہیں' دولت کی کمی نہیں۔بھائی صاحب کا اپنا کاروبار ہے۔خاور میں کون سی کمی ہے۔کہیں اور دیکھ لیں۔" امی جی کا وہی طنزیہ انداز تھا جو نصرت بیگم کے لیے ان کا ہو جاتا تھا۔

"ہاں اس لیے تو آج آئی ہوں۔" انہوں نے کہا تو امی جی کے ماتھے کے بل گہرے ہو گئے جب کہ مریم ماں کے تیور دیکھ رہی تھی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں فوزیہ کے لیے آئی ہوں۔خاور گھر کا بچہ ہے آپ کا دیکھا بھالا ہے' ادھر اُدھر بھی تو دیکھ رہی ہیں' خاور کے بارے میں بھی سوچ لیں۔" مریم نے دیکھا امی کے چہرے کی سرخی بڑھی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"فوزیہ کے لیے تو میں پچھلے تین سالوں سے ادھر اُدھر دیکھ رہی ہوں' خاور کی منگنی کو تو صرف سال کا عرصہ ہوا ہے۔پہلے خیال نہ آیا؟" نصرت بیگم ٹھٹکیں' تو مریم کا سانس اٹکا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ ہم غریبوں کے گھر کیوں دیکھ رہی ہیں رشتہ' کہیں اور دیکھ لیں۔ویسے بھی میں تو خود فوزیہ کو کسی چھوٹے موٹے گھر میں نہیں دینے لگی۔ تین سال سے دیکھ رہی ہوں رشتہ ماشاء اللہ سے اب ہمارے خود پہلے والے حالات نہیں رہے۔پہلے ان کا باپ تنہا کمانے والا اور اتنے لوگ کھانے والے مگر جب سے عبید نے باہر جاکر کمانا شروع کیا ہے' حالات بہت بہتر ہو گئے ہیں۔میں نے اگر چھوٹے موٹے لوگوں میں رشتہ کرنا ہوتا تو بہت پہلے فوزیہ کے فرض سے نبٹ چکی ہوتی' لوگوں کی خواہش ہوتی ہے دولت مند بہو ہو' تو میری بھی خواہش ہے کہ دولت مند سسرال ہو بیٹی کا۔نوکر چاکر ہوں' گاڑی ہو' اچھا کاروبار یا ملازمت ہو۔" امی کہہ رہی تھیں اور مریم حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ان تین سالوں سے امی جی یہیں کام تو کر رہی تھیں صرف امیر کبیر دولت مند گھر میں ہی رشتہ دیکھنے جاتی تھیں یا بات چلاتی تھیں تو کیا وہ کسی کمپلیکس کا شکار تھیں۔

"تم انکار کر رہی ہو؟" نصرت بیگم کی گھمنڈی، مغرور فطرت بھرپور انگڑائی لے کر بے دار ہوئی، ایک دم غصے سے کہا۔

"جو مرضی سمجھ لو۔" امی جی کا انداز بڑا عجیب سا تھا۔ مریم کا حلق تک خشک ہو گیا۔ اس نے اور صبا نے اتنی محنت کی تھی اس سارے مسئلے کے حل کے لیے اور اب۔

"امی جی..." وہ آہستگی سے بولی مگر وہ متوجہ ہی نہ ہوئیں۔

"دیکھو میں بچوں کی خواہش پر یہاں چلی آئی، تم یہ نہ سمجھو کہ میں مجبور ہوں یا بے بس ہوں۔ میرے بیٹے کو رشتوں کی کمی تو نہیں۔" نصرت بیگم فوراً اپنے اصل مزاج میں لوٹ گئی تھیں غصہ تو انہیں ویسے بھی بڑا آتا تھا۔

"ہاں میں نے کون سا دعوت دی تھی۔ کہیں بھی جا کر دیکھ لو میری فوزیہ بھی ہیرا ہے۔ ابھی تک میں نے صرف اسی لیے لٹکا رکھا تھا کہ مجھے تم لوگوں سے بہتر کوئی رشتہ نہیں مل رہا تھا۔ یہ جو بینک منیجر کا رشتہ آیا تھا یہ لوگ ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔ چند دنوں میں ادھر فائنل کرنے والی ہوں۔" مریم نے خاصا الجھ کر ماں کا چہرہ دیکھا۔

"مگر میں نے تو سنا تھا کہ انہوں نے مریم کے لیے کہا تھا اور تم نے انکار کر دیا تھا۔ نصرت بیگم بھی حیران ہوئی تھیں۔

"مگر اب ان لوگوں کا ارادہ بدل گیا ہے۔" امی جی کا اطمینان قابل دید تھا۔

"مگر امی جی..." اب بولنا ناگزیر ہو گیا تھا مگر امی جی نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"تم جاؤ، کتنی بار منع کیا ہے کہ بڑوں کی باتوں میں مت الجھا کرو۔ تمہارے مطلب کی کوئی بات نہیں جاؤ یہاں سے۔" انہوں نے بڑے غصے سے ٹوک دیا تو اس نے لب بھینچ لیے۔

"تو تم صاف انکار کر رہی ہو؟" نصرت بیگم اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

امی جی کا انداز ہنوز وہی تھا۔ انہیں نصرت بیگم کو اس میدان میں شکست دے کر عجیب سی خوشی ہو رہی تھی۔

"ہاں! صاف اور واضح انکار، میں فوزیہ کو کہیں بھی بیاہوں مگر تمہیں بیٹی نہیں دوں گی۔"

مریم کو لگا انہوں نے نجانے کس ذلت کا بدلہ لیا ہے، مارے ہتک و ذلت کے نصرت آنٹی کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"بہت پچھتاؤ گی، میں نے تو سوچا تھا کہ چلو خیر سے گھر کی بچی ہے، سلجھی اور سمجھدار ہے مگر اندازہ نہیں تھا کہ ماں کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔" وہ غم وغصے سے کہہ کر فوراً کمرے سے نکل گئی تھیں اور مریم بنابنایا کھیل مکمل طور پر بگڑا دیکھ کر حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔

"امی جی! آپ نے ایسا کیوں کیا؟" غم وغصے سے پوچھ رہی تھی۔امی جی کی آنکھوں میں سال پہلے کا ایک منظر پوری آب وتاب سے جگمگا اٹھا۔

...☆☆☆...

وہ کسی کام سے نصرت کے ہاں آئی تھیں، خاور عبید کا ہم عمر اُن کو شروع سے ہی بہت پسند تھا، وہ ماں تھیں خاور کی اپنے گھر مسلسل آمد اور فوزیہ میں دلچسپی دیکھ کر چونک گئی تھیں مگر فوزیہ کے نارمل پُر سکون انداز دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھیں۔

اچھے اور خوش حال گھرانے میں بیٹی بیاہنا ہر ماں کی خواہش ہے انہیں بھی خاور اس لحاظ سے موزوں لگا مگر ایک دن سنا کہ نصرت اپنی بھانجی لانا چاہتی ہیں۔اس دن یونہی کسی کام سے ادھر آئی تھیں اور خاور کے کمرے میں اس کی ماں اور باپ کے علاوہ خاور کے بولنے کی بھی آوازیں آرہی تھیں، صبا حسب عادت ان کے ہاں تھی۔

وہ لوگ کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے ان کا ارادہ واپس پلٹنے کا تھا مگر نصرت بیگم کی اونچی آواز میں لیا گیا فوزیہ کا نام سن کر وہ ٹھٹک گئی تھیں۔

"فوزیہ کا اب دوبارہ نام مت لینا، ایسا نہیں ہونے والا۔"

"آپ اسے سمجھالیں کرشمہ کے علاوہ میں کسی اور لڑکی کو بہو بنا کر نہیں لانے والی۔آپ ایک لاحاصل بحث مت کریں۔" آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ وہ صاف سن سکیں۔

"اور فوزیہ کو بہو بنانا' میں مر کر بھی نہیں سوچ سکتی۔" یہ ان کا مخصوص مغرور انداز تھا۔

"کیوں آخر کیا حرج ہے؟ کیا کمی ہے فوزیہ میں؟ پڑھی لکھی ہے، خوب صورت اور سلیقہ مند ہے اور سب سے بڑھ کر میرے مزاج سے میچ کرتی ہے۔" یہ خاور تھا۔

"بحث مت کرو خاور! ایک کم حیثیت لڑکی کو میں اپنے گھر کبھی نہیں لانے والی۔کرشمہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہے، آپا اور بھائی صاحب کی ساری جائیداد ودولت کی تنہا وارث جب کہ یہ فوزیہ اپنے ساتھ کیا لائے گی، چند جوڑے کچھ زیور اور وہی مخصوص جہیز میں نے کاٹھ کباڑ سے گھر نہیں بھرنا اور اپنے سے کم تر لوگوں میں سے لڑکی لانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔کسی اور کے متعلق کہتے تو میں شاید سوچتی بھی۔" امی جی نے اس دن نصرت بیگم

کے منہ سے اپنے خاندان، حیثیت کے متعلق سنا تھا، پہلی بار ان کے اندر بیٹیوں کی ماں ہونے کا بوجھ بڑھا اور پھر یہ بوجھ ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتا ہی چلا گیا۔

”نصرت! حرج تو کوئی نہیں، خاور ایک جائز بات کہہ رہا ہے، ہمیں تو اپنے بیٹے کی خوشی عزیز ہے نا۔“ بھائی صاحب اپنی بیگم کو سمجھا رہے تھے۔

”آپ بھی اس کی باتوں میں آ گئے، میں صاف کہہ رہی ہوں فوزیہ آمنہ تو کیا میں نبیلہ کی کسی لڑکی کے لیے ہامی نہیں بھروں گی۔ اگر میری مرضی کے بغیر خود کچھ کرنا چاہتا ہے تو کر لے اور نبیلہ کی لڑکیوں کو بھی میرا گھر ملا تھا آگ لگانے کے لیے۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ ابھی جاؤں اور جا کر نبیلہ اور اس کی بیٹیوں کی اچھی طرح خبر لوں۔“ یہ اگلے الفاظ تھے جنہوں نے ان کے دل سے خاور کے لیے تمام احساسات ختم کر ڈالے تھے۔

”امی! مجھے دولت و جائیداد سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں رہی کبھی۔ ہمارے گھر میں کیا کمی ہے، ہر چیز میسر ہے۔ اس کے باوجود مزید کی طلب یہ تو سراسر لالچ ہوا۔“ خاور بھی غصے سے کہہ رہا تھا، نجانے نصرت بیگم نے جواب میں کیا کہا تھا وہ سنے بغیر پلٹ آئی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چند دن وہ پریشان رہی تھیں اور پھر ایک دن انہوں نے فوزیہ کو بٹھا کر اس کے دل کی بات جاننا چاہی تھی۔ فوزیہ خاور کے جذبات و احساسات سے قطعی لاعلم تھی ان کے سامنے تو اس نے لاعلمی کا ہی اظہار کیا تھا اور پھر انہیں تو شاید ضد سی ہو گئی تھی لاشعوری طور پر وہ فوزیہ کے لیے صرف وہی رشتہ دیکھنے پر تیار ہوتی تھیں جو نصرت جیسے لوگوں کی مالی حیثیت سے بلند ہو۔ ان کے دل میں یہ خیال ضد پکڑ چکا تھا کہ وہ فوزیہ کو ایک بہت اچھے اور امیر گھرانے میں بیاہیں گی تا کہ نصرت بیگم کے سامنے گردن اکڑا کر چل سکیں مگر وقت نے گویا الٹی چال چل دی تھی۔ وہی نصرت بیگم جو فوزیہ سے انکار کے بعد اب اپنی بھانجی کی طرف سے ناامید ہو کر ان کے گھر آئی تھیں تو ان کو انکار کر کے وہ مطمئن تھیں کہ انہوں نے عرصہ پہلے کی جانے والی اپنی تذلیل کا بدلہ لے لیا ہے۔

...☆☆☆...

مریم کا غم و غصے سے بُرا حال تھا۔ ابو جی اس کی پہلے ہی کافی سنتے تھے اس نے ان سے جا کر سب کہہ ڈالا۔ دوسری طرف نبیلہ بیگم کے انکار پر نصرت بیگم کی بھی انا بلند ہو چکی تھی وہ اب دوبارہ کسی بھی سلسلے میں اس گھر میں نہیں آنا چاہتی تھیں۔ صبا تمام صورت حال بگڑنے

پر از حد پریشان تھی۔اس نے مریم کے مشورے پر خاور بھائی کو کال کر دی تھی۔خاور تو اس سارے سلسلے سے ہی بے خبر تھا حتیٰ کہ کرشمہ سے رشتہ ختم ہو جانا ہی ایک شاکنگ نیوز تھی اوپر سے نصرت بیگم کا فوزیہ کا رشتہ لے کر جانا اور نبیلہ چچی کا انکار وہ اسی شام لوٹ آیا تھا۔

رات کے کھانے کے بعد امی ابو کے کمرے میں وہ چاروں موجود تھے۔بحث وہی مسئلہ تھا۔

”آپ لوگ مجبور مت کریں اب اس گھر میں دوبارہ نہیں جانے والی۔“ امی اپنی تذلیل نہیں بھول رہی تھیں اور ابو جی کی عدالت میں مقدمہ تھا خاور نے بے چین ہو کر ابو جی کو دیکھا انہوں نے آنکھ کے اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔صبا مطمئن تھی اسے امید تھی کہ ابو جی امی کو منا کر ہی اب اٹھیں گے۔

”چلو تم نہ جانا میں جا کر بات کر لیتا ہوں‘ بھائی صاحب اور بھابی بیگم سے۔بھئی ہمیں اپنے بچوں کی خوشی دیکھنی ہے۔کرشمہ کے لیے تم نے زور دیا اور پھر منگنی کر دی میں نے خاموشی اختیار کی‘اب تم نے خود ہی وہ رشتہ ختم کیا ہے تو دو تین بار تمہیں جا کر بات تو واضح کرنا چاہیے تھی نا۔اس نے انکار کر دیا تو کیا‘غرض تو ہمیں ہے نا۔“ ابو جی رسانیت سے کہہ رہے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس نے میری صاف بے عزتی کی ہے۔میرے بیٹے کو رشتوں کی کمی نہیں ہے۔ایک سے بڑھ کر ایک مل جائے گی۔میں نہیں وہاں جا کر دوبارہ ناک رگڑنے والی‘ ہے کس بات کا غرور ہے اسے۔میں بھی اب فوزیہ سے بہتر لڑکی ڈھونڈ کر دکھاؤں گی۔“ ان کا وہی ہٹیلا انداز قائم تھا۔ابو جی کے چہرے کے زاویئے بگڑے۔

”یعنی پہلے کی طرح تم اب پھر لوگوں کے گھر جا کر ان کی بچوں میں خامیاں نکالا کرو گی۔“

”اپنے اکلوتے لائق فائق کے لیے اسی کے جوڑ کی لڑکی ڈھونڈوں گی‘جو بھی دیکھے حیران ہو جائے ایسی ہی بہو لاؤں گی۔“ امی جی کی خواہش پھر ابھر آئی تھی۔

”مجھے یہ لگا تھا کہ شاید کرشمہ کے رشتے سے انکار کے بعد تم سنبھل گئی ہو گی۔صد افسوس تمہاری ذہنی حالت تو پہلے سے بھی خراب ہے۔بہت عرصہ میں خاموش رہ لیا۔تم اکلوتے لائق فائق بیٹے کی ماں ہو اللہ کا شکر ادا کرو کہ کسی بد تمیز جاہل اور اپنی من مانی کرنے والے بیٹے کی ماں نہیں ہو‘ اس نے پہلی بار جب اپنی خواہش کا اظہار کیا تم نے اپنی خود پسندی میں انکار کر دیا‘تمہارا بیٹا خاموش ہو گیا‘کوئی ہوتا ایسا ویسا تو اپنی ضد پوری کرتا۔ماں کے انکار کو ایک طرف کر کے خود شادی کر لیتا‘اب بھی وہ صلح صفائی سے دوبارہ جانے کو کہہ رہا ہے‘اگر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تم چلو گی تو ٹھیک ورنہ میں صبا اور خاور ایک فیصلہ کر چکے ہیں، میں کل صبح جا کر بھائی صاحب سے بات کرنے والا ہوں، تمہاری ضد میں میں اپنے بیٹے کی خوشیاں نہیں قربان کرنے والا۔"

"اور...اور میری جو نبیلہ نے بے عزتی کی ہے انکار کر کے...؟" وہ شوہر کے دوٹوک انکار پر صدمے سے بے حال ہو رہی تھیں۔

"اور تم پچھلے کئی سالوں سے بھابی بیگم، ان کے بچوں کے ساتھ جو سلوک کرتی آ رہی ہو، شکر کرو بھابی بیگم نے صرف انکار کیا ہے وہ اگر اپنی ساری پچھلی بے عزتی کا بدلہ لینے لگتیں تو تم اپنے ساتھ ساتھ ہمیں بھی ذلیل کرواتیں۔" خاور نے حیرانی سے باپ کو دیکھا وہ انہیں جتنا لاعلم سمجھ رہا تھا، وہ اتنے ہی باخبر تھے۔

"میں اب وہاں نہیں جانے والی۔" انہوں نے اب کے جھنجلا کر انکار کیا تھا۔

"سوچ لو تمہیں اپنے بیٹے کی خوشی سے بڑھ کر اگر اپنی انا عزیز ہے تو بے شک مت جاؤ۔ میں تو کل ہی جاؤں گا۔"

"اور اگر اب پھر انکار ہوا تو؟" شوہر کا دوٹوک انداز دیکھ کر ان میں بھی ذرا نرمی آئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو کیا حرج ہے۔ غرض ہمیں ہے اگر ہاں کروانے ہمیں بار بار بھی جانا پڑے تو جاؤں گا کیونکہ اس میں ہی میرے گھر اور میرے بیٹے کی خوشیوں کا سوال ہے۔" اب کے امی مکمل لاجواب ہو کر رہ گئی تھیں۔ صبا نے ایک گہرا سانس لے کر بھائی کو دیکھا خاور کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

...☆☆☆...

ابو جی نے چچا سے بات کی تو انہوں نے بیگم سے بات کر کے جواب دینے کو کہا اور جب انہوں نے نبیلہ بیگم سے بات کی تو انہوں نے فوراً انکار کر دیا۔

"میں انکار کر چکی ہوں۔ وہ بات ختم، بار بار دہرانے کا فائدہ نہیں..." مریم ہمیشہ کی طرح اب بھی اس اہم موضوع پر موجود تھی، اس نے فوراً ابو جی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"دیکھا ابو جی امی نے پہلے بھی ایسے ہی انکار کیا تھا۔" امی نے گھور کر بیٹی کو دیکھا۔

"تمہیں کتنی دفع کہا ہے کہ بڑوں کے معاملے میں مت دخل اندازی کیا کرو۔ جاؤ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بُری بات ہے نبیلہ! جوان بیٹیوں کو ایسے نہیں جھڑکتے۔" ابو نے فوراً ٹوک دیا۔

"شکر کرو ہمارے بچے بڑے سمجھ دار ہیں۔ بڑے اگر غلط فیصلہ کر رہے ہوں اور بچے مشورہ دیں تو ان کی بات سننے میں کوئی حرج نہیں۔" مریم نے ایک دم گردن اکڑائی۔

"تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟" ابو جی نے بڑے پُر سکون انداز میں پوچھا۔

امی جی نے ایک گہرا سانس لیا اور دل میں تکلیف دیتا راز اگل ڈالا' ابو جی سکون سے سنتے رہے اور مریم خاموش رہی۔

"ہوں تو یہ بات تھی۔" ساری بات سن کر وہ بولے۔

"ہاں اب نصرت کو جب اس کی بھانجی کی اصلیت واضح ہوئی ہے تو اسے میری فوزیہ نظر آگئی۔ میں جذباتی ہو کر ہاں کہہ بھی دوں تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ فوزیہ کو دل سے مان کر وہی اہمیت دے گی جو بہو کی حیثیت سے وہ حق رکھتی ہے۔ گلے میں پڑا ڈھول تو ہر کوئی بجاتا ہے' اگر وہ دل سے راضی ہوتی تو میرے انکار پر اٹھ کر کیوں چل دیتی' بار بار آتی بات کرتی۔ میں ماں ہوں اور ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اپنے سسرال میں خوش اور عزت کی زندگی گزارے۔" امی جی نے دل کی بات کہی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو نبیلہ! یہ چھوٹی چھوٹی باتیں دل میں کدورت پیدا کرتی ہیں۔ خاور بہت اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ صبا اور مریم میں' میں کوئی فرق نہیں سمجھتا اور سب سے بڑھ کر ہماری بیٹی ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ فوزیہ گھر بنانے کا فن جانتی ہے' رہ گئیں نصرت بہن تو جب دونوں کو اکٹھے رہنے کا موقع ملے گا تو سب اعتراض ہوا ہو جائیں گے۔"

"اور نصرت کی وہ لمبے چوڑے جہیز' مال اسباب کی خواہش۔"

"خاور اور اس کے باپ نے کہہ دیا کہ انہیں جہیز کا لالچ نہیں ہے۔ وہ بغیر جہیز کے فوزیہ کو بیاہنا چاہتے ہیں مگر ہم بھی بیٹی والے ہیں کچھ دے دلا کر ہی رخصت کریں گے۔ میرا خیال ہے اپنی بھانجی کی طرف سے انکار پر نصرت بہن کی سوچ کسی حد تک بدل گئی ہے' رہ گئی فطرت بدلنے کی بات تو وہ تو نہیں بدل سکتے' اب ایک بندے کی وجہ سے تم اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے جانے دو گی؟" ابو جی اب کے سوالیہ نظروں سے اپنی شریک حیات کو دیکھ رہے تھے اور امی جی کوئی جواب نہ پا کر بے بسی سے مسکرا دی تھیں۔

...☆☆☆...

عندلیب بھابی پاکستان آگئی تھیں۔ فوزیہ اور خاور کی بات طے ہو چکی تھی۔ صبا اور مریم کی وہی حرکتیں تھیں۔ نصرت بیگم دھوم دھام سے منگنی کرنا چاہ رہی تھیں‘ رمضان شروع ہو چکا تھا۔ بازاروں کے چکر اور اوپر سے روزے کی حالت ایسے میں ردا‘ عمر اور سکندر بھی چکر لگا لیتے۔ تایا ابو نے لگے ہاتھوں آمنہ اور مریم کا بھی رشتہ مانگ لیا تھا۔

امی کے دل میں ایک پھانس اٹکی ہوئی تھی کہ تایا ابو نے فوزیہ کو چھوڑ کر مریم کا نام لیا اگر وہ ان کے حقیقی خیر خواہ ہوتے تو فوزیہ کے سلسلے میں انہیں باہر کیوں چکر لگانے پڑتے۔ اپنے گھر میں ہی بات طے ہو جاتی اور مریم کا بھی کہیں ہو جاتا۔ اس وقت بھی تایا ابو‘ نانی امی اور دادی سمیت آئے بیٹھے تھے۔ وہ جو ہر وقت ادھر اُدھر کی سن گن لیتی رہتی تھی‘ اب صبا‘ ردا‘ آمنہ اور فوزیہ کے نرغے میں گھری کافی حواس باختہ سی ہو رہی تھی۔ اوپر سے خاور بھائی‘ وقار‘ سکندر کے علاوہ عمر کی موجودگی۔

”تمہارا بھائی کیوں آیا ہے؟“ وہ ردا کے کان میں منمنائی۔ یہ سب لوگ اس وقت مریم کے گھر کی چھت پر بیٹھے تھے‘ لڑکے خاور کے گھر کی دیوار پھلانگ کر آئے تھے۔

”تمہاری اطلاع کے لیے غرض ہے کہ میرا صرف ایک بھائی نہیں دونوں یہاں موجود ہیں اور معاملہ صرف ایک کا طے نہیں ہو رہا دونوں کا زیر غور ہے۔“

”زیادہ خوش فہمی کی ضرورت نہیں‘ میری امی ہامی بھرنے والی نہیں۔“ خاور بھائی کی کسی بات پر ہنستا عمر اسے جی بھر کر زہر لگا۔

”کوئی بات نہیں‘ میرے بھائی میں لڑکی بھگانے کے گٹس موجود ہیں۔“ ردا کون سا کسی سے کم تھی اور اگر بات ہو اس کے چہیتے بھائی کی تو وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی تھی۔

”ہائے...ہائے! بڑی خوش فہمیاں ہیں۔“

”ارے کوئی نیچے تو جائے‘ خیر خبر لائے۔“ آمنہ نے دہائی دی۔

”تمہیں بڑی جلدی ہے۔“ سکندر نے ٹکڑا لگایا۔

”ظاہر ہے تم جیسے انسان کے ساتھ مستقبل برباد ہو جانے کا خطرہ لاحق ہے موصوفہ کو۔“ فوزیہ نے ہنس کر کہا‘ سکندر نے آنکھیں دکھائیں۔

”یہ مجھ جیسے سے کیا مراد ہے آپ کی؟“

”وہی جو سمجھ لو۔“ صبا کھلکھلائی۔

”میں پتا کرتی ہوں۔“ صبا کہہ کر نیچے بھاگ گئی تھی۔

نیچے امی کے کمرے میں محفل جمی ہوئی تھی اور نقشہ چینج تھا' صبا کو شدید جھٹکا لگا۔ نبیلہ بیگم کے ساتھ ایک اور نیا چہرہ بلکہ چند نئے چہرے وہاں موجود تھے۔

”دیکھیں میں بار بار سوالی بن کر آرہی ہوں' مجھے ناامید مت کریں۔ آپ کے گھرانے میں رشتہ جوڑنا میری خوش قسمتی ہوگی۔ آپ کی ماشاءاللہ دونوں بیٹیاں دل کو بھائیں' چھوٹی کا اس لیے کہا کہ میرا بیٹا بہت شرارتی مزاج اور ہنس مکھ طبیعت والا ہے مگر اب آپ بتا رہی ہیں کہ آپ نے بڑی کی بھی بات طے کر دی ہے اور چھوٹی بچی ہے اب...“ صبا حیرت سے کھڑی تھی۔ نجانے یہ کیا ماجرا تھا۔ کہیں یہ بینک منیجر کی والدہ تو نہیں؟ اس نے کھڑکی میں مزید سر گھسایا۔

”آپ کا گھرانہ مجھے خود بڑا پسند آیا تھا مگر بچوں کی قسمت۔“

”ہماری تو شروع سے ہی مرضی تھی بس فوزیہ کی بات طے ہو جانے کا انتظار تھا مجھے' ہم آج اپنے دونوں بچوں کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔“ یہ تائی بیگم کہہ رہی تھیں۔

صبا نے سر تھام لیا۔ یعنی یہاں ایک نہ شد دو شد والی کیفیت تھی۔

”پلیز مجھے انکار مت کریں۔“ بینک منیجر کی والدہ کہہ رہی تھیں۔

”ہم خاندان سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔“ یہ دادی جان کا بیان تھا۔ اس سفید جھوٹ پر صبا کو لگا اس کا سر گھوم گیا ہے۔

”حرج تو کوئی نہیں' آمنہ کا بھابی رشتہ مانگ رہی ہیں اس کی ادھر کر دیتے ہیں اور مریم کی اُدھر۔“ یہ نبیلہ خاتون کی آواز تھی اور صبا کو لگا کہ اس کا ہارٹ اٹیک ہونے والا ہے۔

”کیا کہہ رہی ہو۔“ دادی جان فوراً بولیں۔

”مریم...!“ صبا باہر بھاگی تھی اور اندھا دھند بھاگی تھی اور یہ دیکھے بغیر کہ دروازہ کھول کر ایک لڑکا اور لڑکی اندر داخل ہوئے تھے اور اس کا وجود سوٹڈ بوٹڈ وجود کے ساتھ جا ٹکرایا۔

”اللہ...!“ اس کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی اور دھڑام سے چکنے فرش پر گری تھی۔

"ارے آپ ٹھیک تو ہیں۔" وہ لڑکا اور لڑکی پریشان ہو کر اس کی طرف بڑھے تھے بلکہ اندر موجود میٹنگ میں مصروف حضرات بھی باہر لپکے تھے اور وہاں صبا کو گرے دیکھ کر سبھی چونکے تھے اور صبا نے چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

...☆☆☆...

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا... بالکل نہیں ہو سکتا۔ میں مر جاؤں گی' زہر کھا لوں گی مگر اس سود خور کی ڈولی میں نہیں بیٹھوں گی۔" مریم کے ڈائیلاگ نقطہ عروج پر تھے مگر کسی پر اثر نہیں ہو رہا تھا۔

بھوک ہڑتال' احتجاج' انکار سب کر دیکھا تھا مگر امی کا فیصلہ پتھر پر لکیر تھا گویا قصہ مختصر یہ تھا کہ اس دن اچانک اس بینک منیجر کی والدہ محترمہ تشریف لے آئی تھیں نبیلہ خاتون کو فوزیہ والے قصے سے ہٹ کر مریم کے لیے یہ رشتہ مناسب لگا تھا چونکہ آمنہ اور سکندر کے لیے راضی تھیں اور خاور کے لیے بھی مان گئی تھیں تو جہاں اتنے لوگ ایک طرف تھے وہ تنہا اس رشتہ پر راضی تھیں اور پھر اس دن نانی' دادی' تائی اور باقی سب لوگ بڑے غم زدہ رخصت ہوئے تھے۔ وہیں بینک منیجر کی والدہ صاحبہ بڑی خوش خوش رخصت ہوئی تھیں اور

امی جی بہت مطمئن تھیں' امی جیا کیا باقی سب بھی بہت مطمئن تھے بلکہ اسی شام تایا کے گھر سے مٹھائی آئی تھی۔ پورے محلے میں بانٹی گئی تھی اور رمضان میں ہی افطار کے بعد ایک دن منگنی کا طے تھا۔ مریم کی رمضان میں روزہ کی حالت میں بھوک ہڑتال کسی کام نہ آئی تھی آج کل وہ خاموش تھی پر کسی کو پرواہی نہ تھی۔ اوپر سے ردا اور عمر کی کالز' طعنے جذباتی ڈائیلاگز دو دن تو وہ خاموش رہی مگر جوں جوں منگنی کے دن قریب آرہے تھے اس کو رونا آرہا تھا۔ اوپر سے صبا کی دل جلا دینے والی باتیں۔

"اور عمر بھائی کا دل دکھاؤ... انہوں نے دل سے بددعا دی ہو گی اب بھگتو۔"

"ہاں ساری بددعائیں مجھے ہی دینی تھیں موصوف نے اور ہر بار یہیں ہی بھگتوں۔ میں نے کون سا غلط کیا تھا ان کی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی' اپنی ذات سے مطلب رکھا اور الٹا مجھے ہی الزام۔"

"محبت کرنے لگی ہو ان سے۔" وہ یہ سوال پوچھ کر اور زچ کرتی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مر بھی جاؤں تو کبھی ان کا نام نہیں لوں گی، مگر اس سود خور سے بھی شادی نہیں کروں گی۔ بے شک زہر کھانا پڑے۔“ فوزیہ دہل کر اسے بازوؤں میں لے کر بہلاتی جب کہ عندلیب بھابی مسکرا دیں۔

”اس وقت بھی وہ سب کی چھیڑ چھاڑ سے عاجز ہو کر اوپر گئی تھی۔ نجانے کیوں دل بار بار بھر آتا تھا۔ افطاری میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا' نیچے سبھی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے زمین پر ٹک گئی گرم زمین تھی مگر اسے پرواہی نہیں تھی۔

عمر نے گھر میں قدم رکھا تو آمنہ اور عندلیب کچن میں تھیں جبکہ فوزیہ مشین پر کچھ سلائی کر رہی تھی سلام دعا کے بعد عمر نے ادھر ادھر جھانکا۔

”چچی کہاں ہیں؟“ وہ کچن کی ہی طرف آ گیا تھا۔

”صبا کے ہاں گئی ہیں نصرت چچی نے بلوایا تھا۔ چچا کام پر اور وقار اکیڈمی۔ آنے والے ہیں یہ لوگ بھی۔ تم بیٹھو۔“ عندلیب نے بھائی کو جواب دے کر کہا اور ساتھ اسٹول بھی کھسکایا۔

”اور وہ باگڑ بلی نظر نہیں آ رہی؟“ آمنہ ہنس دی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”توبہ کریں، بہت موڈ خراب ہے آج کل اس کا۔ اس وقت بھی ہم سے لڑ کر چھت پر گئی ہے۔“ عندلیب نے بھی ہنس کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے مزاج خراب ہے۔“

”جی ہاں اگر آپ سامنے گئے تو پھر گولہ باری کی بھی توقع رکھیں۔“ آمنہ نے ڈرانا چاہا مگر وہ سنی ان سنی کرتا تیزی سے اوپر کی طرف چلا گیا۔

وہ برآمدے میں زمین پر گھٹنوں پر بازو لپیٹے سر گرائے بیٹھی ہوئی تھی۔

”مریم۔“ کچھ پل سرکنے کے بعد اس نے پکارا تو اس نے سرعت سے سر اٹھایا۔

بھیگی پلکیں اور سرخ ناک شاید وہ روئی تھی عمر کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔

”آپ... آپ ادھر کیوں آئے ہیں۔ آپ کو اپنے گھر میں چین نہیں پڑتا۔“ جواب حسب توقع تھا۔ عمر کا خوش فہم دل ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ وہ بھیگی پلکیں بے دردی سے دوپٹے سے رگڑتے کھڑی ہو گئی تھی۔

نجانے اس لڑکی کے دل میں کیا تھا کاش وہ اس کے دل کا حال جانتا تو وہ سب کے سامنے ڈٹ جاتا محض اپنی خواہش کے بل بوتے پر وہ یک طرفہ کارروائی کرتا بھی تو کیسے؟

"رو کیوں رہی تھیں؟" اس نے دھیمے سے پوچھا۔

"ہنسنے کی بھی کوئی خاص وجہ نہیں بنتی۔"

"خیر یہ تو مت کہو' بینک منیجر سے منگنی کرنے جا رہی ہو' ہنسنے اور خوش ہونے کے لیے یہ تو بہت معقول وجہ ہے۔ سنا ہے خاصی اسٹرونگ فیملی ہے۔" مریم کا جی چاہا کہ کوئی چیز اس کے سر پر دے مارے اس وقت عمر اسے اتنا ہی زہر لگ رہا تھا۔

"شٹ اپ۔" وہ پھنکاری تھی جواباً وہ ہنس دیا پھر تھوڑا سا جھک کر مسکرا کر کہنے لگا۔

"وہ کہتے ہیں نا کہ رسی جل گئی پر بل نہیں گیا۔ میں تو مبارک باد دینے آیا تھا پھر سوچا دیکھتا چلوں کہ مستقبل قریب میں سود خور ایم سوری بھئی بینک منیجر کی بیگم بننے جا رہی ہو کوئی فرق شرق ہی پڑ گیا ہوگا۔" مریم نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"اگر آپ کی بکواس بند ہو گئی ہے تو اب جا سکتے ہیں۔" وہ رخ بدل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ آنکھیں ایک دم بھر آئیں ناحق وہ رو رہی تھی اس شخص کو تو کوئی خاص فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ پہلے ہی کی طرح مطمئن

اور پر سکون انداز تھا۔ اس کا دل جل کر خاک ہونے لگا۔ یہ لڑکے ہوتے ہی ایسے ہیں فلرٹی دھوکے باز۔ اس کا دل بھی بھر آیا۔

عمر اسے چند پل دیکھتا رہا۔ وائٹ پاجامے پائوں کو چھوتی بلیک قمیص اور سر پر جما دوپٹا جو بہت سلیقے سے گردن کندھوں اور سینے کو ڈھانپے نیچے تک آ رہا تھا۔

یہ لڑکی زبان کی جتنی بھی کڑوی تھی مگر جانتا تھا کہ دل کی اتنی ہی اچھی اور کردار کی مضبوط ہے۔ وہ بارہا اس کی طرف آیا تھا بڑے واضح الفاظ میں دل کا راز آشکارا کیا تھا مگر نجانے کیا چیز تھی جو یہ لڑکی ابھی تک چٹان کی طرح اپنی جگہ جامد تھی۔ ورنہ وہ اس قابل تو تھا کہ کوئی بھی لڑکی رد کرنے سے پہلے سوچے گی تو ضرور۔

"سیانے کہتے ہیں کہ وقت پر دل کی بات کہہ دینا فائدہ مند ہوتا ہے ابھی بھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ صلح کا پرچم لہرا دو ہم محاذ جیتنے کو تیار ہیں جناب! اگر تم ہاں کر دو تو..." وہ گھوم

کراس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور مسکرا کر کہا۔ مریم نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"آپ کو شاید میری کوئی بات سمجھ نہیں آئی۔ یہ ہمارے بڑوں کا فیصلہ ہے وہ جو مرضی کریں میں کیوں انکار کروں۔"

"تو رو کر اس طرح ماتم کیوں کر رہی ہو؟" عمر نے ایک اہم پوائنٹ کی طرف نشاندہی کی تھی۔

"کم از کم آپ کے لیے تو نہیں رو رہی اس خوش فہمی سے نکل آئیں آپ۔" خاصا چیخ کر جتانا چاہا تھا' عمر ہنس دیا۔

"تو پھر وہ کون ذات شریف ہے' جس کے لیے بھرپور احتجاج کیا گیا ہے۔" مریم کو لگا اس کی پیشانی جل اٹھی تھی احساس توہین سے۔

"آپ مجھ پر الزام تراشی کر رہے ہیں؟"

"نہیں ویسے ہی احساس دلانا چاہ رہا ہوں کہ اگر کوئی وجہ بھی نہیں تو پھر یہ رونا دھونا بھی کیوں؟" عمر کا انداز سنجیدہ تھا اس نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

"کم از کم آپ کے لیے نہیں رو دھو رہی اور خبردار آئندہ میرے سامنے آ کر ان الفاظ میں مجھ سے باز پرس کی تو میں بہت لحاظ کر چکی آپ کا اب کے مجھ سے کچھ کہا تو سیدھا ابو جی کے پاس جا کر بات کروں گی۔" اس نے ہمیشہ والی دھمکی دہرائی۔

"بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔" وہ عمر کی اس گنگناہٹ پر پاؤں پٹختے وہاں سے پلٹی اور عمر پر ایک کھا جانے والی غصیلی نگاہ ڈالتے تیز تیز قدم اٹھاتے سیڑھیاں اترتی چلی گئی تھی۔

عمر چند ثانیے تک بڑی سنجیدگی سے سینے پر ہاتھ رکھے کچھ سوچتا رہا۔

...☆☆☆...

وہ جو ہر چیز سے حد درجہ بے زار تھی خاموش ہو گئی۔ گھر میں ایک نہیں کل تین منگنیاں تھیں۔ فوزیہ کی خاور کے ساتھ آمنہ کی سکندر کے ساتھ اور اس کی اس بینک منیجر ثوبان احمد کے ساتھ اور حیرت کی بات یہ تھی منگنی کی تمام تیاریاں ثوبان احمد کی والدہ ہر روز آ کر صبا اور

اس کی والدہ کو ساتھ لے جا کر کر رہی تھیں اور ہر روز شاپنگ سے واپسی پر آ کر صبا خریداری کی تفصیل بتاتے مریم کا دل جلاتی رہتی تھی۔

ابو جی 'تایا ابو' خاور بھائی کے والد اور ثوبان سب کا مشترکہ فیصلہ تھا کہ منگنی کا فنکشن ایک ہی جگہ اور ایک ہی دن طے پا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا آخری عشرہ چل رہا تھا تیسوئیں روزے کی افطاری کے بعد دن طے ہوا تھا۔ دونوں طرف کے فنکشنز ایک ہی دن تھے۔ گھر کے ساتھ کا خالی پلاٹ خاصا وسیع اور صاف ستھرا تھا خاور بھائی کے ابو نے کئی سال پہلے خریدا تھا اب وہ لاکھوں کی مالیت کا تھا۔ کھانے پینے کا خرچہ مل کر کرنا تھا جب کہ باقی کی تیاری خاور بھائی کے والد صاحب نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔

صبح سے گھر میں خاصی افراتفری تھی۔ کچھ روزے کی حالت میں یہ بھاگ دوڑ' مریم خاموشی سے سب کی کارروائی دیکھ رہی تھی۔ عندلیب بھابی نے بیوٹیشن کا کورس کر رکھا تھا۔ وہ بہت اچھی بیوٹیشن تھیں۔ فوزیہ اور آمنہ کو تیار کرنے کے بعد جب صبا کو انہوں نے کرسی پر بٹھایا تو مریم چونکی۔ صبا کا لباس انداز چہرے کی خصوصی تیاری کچھ نیا پن تھا۔ وہ ابھی نہا کر نکلی تھی۔ عصر کے بعد کا وقت تھا' مہمان آنا شروع ہو چکے تھے۔ باجی باہر امی کے ساتھ لگی

ہوئی تھیں اور عندلیب اندر ان کے ساتھ مصروف تھیں۔ فوزیہ اور آمنہ پیاری لگ رہی تھیں۔ رات ہی نصرت آنٹی تائی بیگم اور ثوبان کی والدہ آئی تھیں دلہنوں کے خصوصی لباس لے کر وہ صرف سلام دعا کر کے کمرے میں گھس گئی تھی اس نے اپنے لیے آنے والا لباس تک دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"اسے کیوں تیار کر رہی ہیں اس کو کس پاگل کے لیے باندھنا ہے؟" بالوں کو سلجھاتے اس نے غصے سے کہا۔ آج کل جس طرح اپنے بھائی کا کام سیدھا ہو جانے کے بعد صبا نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر رکھی تھیں۔ اسے اس بات کا بھی بہت دکھ تھا۔

صبا کے چہرے پر بیس بناتے بھابی ہنس دیں اور صبا بھی آنکھیں بند کیے مبہم سا مسکرا دی۔

"ہو سکتا ہے کوئی بینک منیجر اسے بھی مل ہی جائے۔" بھابی کا انداز ذو معنی تھا۔

"ہاں مفت جو بٹ رہے ہیں۔" برش ٹیبل پر پھینک کر وہ الماری میں سر دے کر کھڑی ہو گئی۔ آمنہ اور فوزیہ بے ساختہ ہنس دیں۔

صبا کے تیار ہونے کے بعد اس کی باری تھی۔ عندلیب کے دیے ہوئے لباس کو لے کر وہ باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

صبا بھی تیار ہو کر آمنہ اور فوزیہ کے ساتھ ہی بیٹھی تھی اور اس کی یوں سج دھج خصوصاً دلہنوں والا روپ دیکھ کر مریم کو پریشانی ہو رہی تھی۔

ان تینوں بہنوں کی تیاری تو موقع محل کے مطابق تھی مگر صبا کا اس قدر اہتمام اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ عندلیب اسے تیار کرنے لگی تو اس کی نظریں صبا پر ٹھہر گئیں۔

”تم اس قدر کیوں تیار ہوئی ہو اور تمہیں یہ کپڑے آج ہی پہننے تھے کیا؟“ اس کے سوال پر صبا ہنس دی۔

”کیا پتا تم لوگوں کے ساتھ میری بھی کہیں بات بن جائے۔“ اب کے مریم واقعی چونکی۔ صبا کے لہجے میں واقعی کچھ تھا۔

”مطلب؟“ اس نے بھابی اور اپنی بہنوں کو دیکھا۔

”آج کے فنکشن میں صبا کی بھی منگنی ہے۔“ بھابی نے ہنس کر بتایا بلکہ انکشاف کیا۔

”کیا...؟ مگر کس سے؟“ وہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

”سرپرائز ہے خصوصاً تمہارے لیے۔ کچھ دیر اور انتظار کر لو۔“ وہ سب کی ہنسی اور بھابی کے الفاظ پر دیکھتی رہ گئی۔

بھابی نے اسے تیار کر کے جیولری پہنائی۔ آخر میں دوپٹا سیٹ کر کے بغور اسے دیکھا۔

”ماشاءاللہ! بہت پیاری لگ رہی ہو۔“ بھابی نے اس کی پیشانی چوم لی تبھی ان کا موبائل بجنے لگا۔

”ایک تو اس لڑکے کو بھی چین نہیں۔“ موبائل دیکھتے ہی بھابی ہنسیں۔

”کون عمر بھائی ہیں؟“ وہ صبا کے الفاظ پر سر جھکا گئی۔

”ہاں! عمر ہے۔“

بھابی کال اٹینڈ کر چکی تھیں ایک دو باتوں کے بعد بھابی نے موبائل مریم کی طرف بڑھایا۔

”عمر تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔“

”مجھ سے؟“ اس وقت عمر کی کال آنے پر وہ خاصی ڈسٹرب ہو گئی تھی۔ صبا نے معنی خیز نظروں سے گھورا جب کہ فوزیہ اور آمنہ مسکرا دی تھیں۔

"وہ کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔" بھابی اسے موبائل تھما کر بکھرا سامان سمیٹنے لگی تھیں ابھی تو انہوں نے خود بھی تیار ہونا تھا۔

"ہیلو!" صبا اور بہنوں کو نظر انداز کرتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مبارک ہو! سنا ہے سارے اعتراضات بھلائے بڑی نیک بی بی بلکہ خاموش بی بی بن گئی ہو۔ عام حالت میں تو محترمہ کے یوں بھی مزاج نہیں ملتے مگر آج تمہارا خصوصی دن ہے یقیناً بہت خوب صورت لگ رہی ہو گی۔" وہ آج بھی دل جلانے سے باز نہیں آیا تھا اور مریم کا دل واقعی جل کر خاک ہو گیا۔

"شٹ اپ۔" آواز آہستہ ہی رکھی تھی کمرے میں وہ تنہا نہیں تھی۔

"شاباش! تمہارا یہی انداز تو سننا چاہ رہا تھا اب جناب کی پل پل کی رپورٹ مل تو رہی تھی مجھے امید تھی منگنی کا جوڑا پہنے خوب واویلا مچاؤ گی مگر اس قدر شرافت ہضم نہیں ہو رہی۔ میں نے سوچا طبیعت ٹھیک ہو۔ مزاج دشمناں بہتر ہو۔ بس تمہارا حال چال پوچھنے کو دل چاہ رہا تھا۔"

"کیا بکواس ہے یہ۔" وہ اب اپنے لہجے پر واقعی قابو نہیں رکھ پائی تھی۔

دوسری طرف وہ کھل کر ہنسا۔

"بکواس نہیں بلکہ نیک فرمودات کہو۔ ویسے میں منگنی میں آتو رہا ہوں باقی باتیں آمنے سامنے ہوں گی۔ بہت سے حساب باقی ہیں جو بے باق کرنے ہیں اور ساتھ یہ بھی دیکھنا ہے کہ سود خور سودی میرا مطلب ہے کہ بینک منیجر کے نام کی انگوٹھی پہن کر کیسی لگتی ہو تم؟"

عمر کے الفاظ ایسے تھے کہ اس کا دل ایک دم بھر آیا۔ غصے سے موبائل آف کر کے بستر پر پھینکا اور خود دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر ایک دم رو دی۔

"ارے... ارے یہ کیا کر رہی ہو؟ کیا کہہ دیا عمر نے؟" بھابی اور باقی تینوں فوراً پریشان ہو کر اس کی طرف لپکی تھیں۔

...☆☆☆...

افطاری اور کھانے کے بعد رسم کا شور اٹھا تھا۔ اچھے خاصے مہمان تھے۔ کبھی بھی کسی بھی حال میں نہ گھبرانے والی مریم اس وقت اچھی خاصی کنفیوژ ہو چکی تھی۔ وہ مسلسل سر جھکائے ہوئے تھی۔ باہر مخصوص پلاٹ میں بہت اچھا انتظام کیا گیا تھا لائٹنگ کھانے کا بھرپور انتظام کے علاوہ اسٹیج بڑی خوب صورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

بڑوں کے کہنے پر رمشا اور عندلیب ان سجی سنوری دلہنوں کو لے کر اسٹیج پر چلی آئی تھیں۔ کمبائن فنکشن تھا۔ ویسے یہ خاندان کا یادگار فنکشن تھا جس میں بڑے اپنے خیالات بدلتے لڑکا لڑکی کی ایک ہی جگہ منگنی کر رہے تھے۔

"میرا دل بڑا گھبرا رہا ہے۔" عندلیب نے جب لا کر اسے بٹھایا تو اس نے روہانسے لہجے میں کہا۔ عندلیب نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟ جوس منگوا دوں۔ افطاری کے بعد تو تم نے کچھ کھایا بھی نہیں۔ کمزوری ہو رہی ہو گی۔" اس کے سرد ہاتھ کی کپکپاہٹ بڑی واضح تھی مریم کی آنکھوں کی نمی گہری ہوئی۔

"میری طبیعت خراب ہو رہی ہے' بس جلدی سے کمرے میں لے جائیں۔" عندلیب نے گھبرا کر دیکھا تو اپنی اپنی ماؤں کے پہلو میں چاروں دولہا اسٹیج پر آ رہے تھے۔

"تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ' رسم ہوتے ہی میں لے جاتی ہوں۔" عندلیب تسلی دے کر نیچے اتر گئی تھی۔ مریم نے سر مزید جھکا لیا۔ آنکھوں میں آئی نمی سے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

پہلے خاور نے فوزیہ کو انگوٹھی پہنائی تھی پھر سکندر نے آمنہ کو اب اس کی باری تھی۔ اس کے سرد ہاتھ مزید سرد ہوئے۔

"مریم ہاتھ آگے کرو۔" ثوبان انگوٹھی تھامے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے بیٹھا تھا مگر اس کے وجود میں ذرا بھی ہلچل نہ ہوئی تو کہیں سے آواز آئی تھی مگر اس کی کنڈیشن اتنی خراب ہو رہی تھی کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے ہاتھ میں پکڑے کلچ (پرس) پر اس کی گرفت مزید سخت ہوئی تھی۔

"دلہن شرما رہی ہے۔" کہیں سے شوخ آواز گونجی اور پھر قہقہے' اس کا وجود مزید سرد ہوا۔

"محترمہ ہاتھ آگے کر دیں انگوٹھی پہنانی ہے' آپ کے بعد ابھی کسی اور کی بھی باری ہے۔" شوخ آواز پر وہ چونکی مگر یہی سمجھی کہ آواز کہیں اور سے آئی ہے۔

یقیناً وہ ارد گرد ہی تھا۔ اب اس نے لب بھینچ لیے اور سر مزید جھکا لیا اب صرف سجدہ کرنے کی کسر رہ گئی تھی۔

"دلہن سجدے میں چلی گئی ہے۔" پھر وہی شوخ آواز۔

"ہو سکتا ہے دلہن کو دلہا پسند نہ آیا ہو۔" یہ سکندر کی شوخ آواز تھی اس کے آنسو بہہ نکلے۔

"ہو سکتا ہے بینک منیجر کا ڈر سر پر سوار ہو۔ محترمہ ہاتھ دیں انگوٹھی پہنانی ہے ورنہ ہمارے بڑے ابھی پہنچ جائیں گے کہ میں خوامخواہ لیٹ کروا رہا ہوں۔"

اب کے وہ الفاظ' لہجے اور آواز پر چونکی تھی۔ یہ تو عمر کی آواز تھی اور کہیں دور سے نہیں بلکہ اس کے انتہائی قریب سے ابھری تھی۔ اس نے یکدم سر اٹھا کر دیکھا۔

وہ واقعی عمر تھا۔ اپنی مسکراتی آنکھوں میں ڈھیر ساری چمک لیے وہ انگوٹھی تھامے منتظر تھا۔

"تم...!" جھلملاتی آنکھوں سے وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی تھی کہ یہ کیا قصہ ہے۔ عمر کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"جی جانب میں عمر! بذات خود بنفس نفیس آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ کیا اب انگوٹھی پہنا سکتا ہوں۔" خاصا شریر مسکراتا لہجہ تھا۔ مریم کو لگا اس کے حواس ساتھ چھوڑنے والے ہیں۔

"مریم جلدی کرو ہاتھ دو۔" رمشاء نے عقب سے جھک کر اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بھائی کے آگے کر دیا تھا۔ وہ بُت بنی ساکت سی عمر کو دیکھ رہی تھی۔ عمر نے انگوٹھی پہنا دی تھی۔ مبارک سلامت کی آواز بلند ہوئی تو مریم کو لگا کہ بس وہ کسی بھی لمحے گرنے والی ہے۔ اس نے اپنا چکراتا سر تھام لیا۔

"امی..." آنکھوں کی تاریکی گہری ہوئی تو اس کے لب پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا وہ بے دم سی ہو کر ایک طرف لڑھک گئی تھی۔

...☆☆☆...

اس کی آنکھیں کھلیں تو خود کو آرام دہ بستر پر لیٹے پایا۔ ارد گرد سبھی چہرے تھے متفکر پریشان وہ خالی الذہنی سے سبھی کو دیکھے گئی۔ آمنہ' فوزیہ' صبا' سادہ لباس میں ملبوس تھیں۔ خاور بھائی' عمر' سکندر' وقار' عندلیب بھابی' رمشا اور بھی چند چہرے تھے۔ امی ابو' تائی بیگم اور تایا ابو کے علاوہ خاور بھائی کے والدین تھے۔ اس کی نگاہیں ثوبان کے چہرے پر پڑیں تو وہ چونکی۔ ذہن نے ایک دم کام کرنا شروع کر دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مریم! کیسی طبیعت ہے اب؟" اسے ہوش میں آتے دیکھ کر امی جی نے فوراً پوچھا وہ اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹی رہو طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری۔ اتنا تیز بخار ہے اوپر سے یہ مسلسل بے ہوشی پورے تین گھنٹے بے ہوش رہی ہو تم۔" فوزیہ بھی قریب آگئی تھی۔ تو رونے لگی۔

"رونا نہیں اب' بالکل ٹھیک ہو تم۔" یہ تائی بیگم کی شفیق آواز تھی۔ امی نے اس کے آنسو صاف کیے مگر رونا کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ مسکارا اور لائنر بہہ نکلا تھا۔ فوزیہ نے ٹشو سے اس کا چہرہ صاف کیا۔ کچھ دیر رونے کے بعد جی ہلکا ہوا تو بغیر کسی کی طرف دیکھے اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیے۔

"شکر ہے اللہ کا ہوش آگیا' اب یہ ٹھیک ہے تم لوگ بھی اب ادھر سے ہٹو باہر کئی کام ہیں وہ دیکھو' مہمان تو رخصت ہو ہی گئے ہیں۔ ہوٹل سروس والے بیٹھے ہیں ان کو بھی فارغ کرنا ہے۔" ابو جی' تایا ابو کا ہاتھ تھام کر چل دیے تو باقی لوگ بھی مطمئن ہو کر باہر نکلتے چلے گئے تھے جب کہ ینگ جنریشن ابھی بھی ادھر موجود تھی۔

"مریم۔" یہ صبا کی آواز تھی۔ ساتھ ہی اس نے اس کا بازو بھی آنکھوں سے ہٹا دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایم سوری یار! یہ سب ڈراما تھا۔ محض تمہیں سرپرائز دینا تھا۔ دیکھو اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں' یہ عمر بھائی کا ڈرامہ ہے' ان سے پوچھو۔" صبا کہہ رہی تھی اس نے خاموشی سے سب کو دیکھا

اور پھر عمر کو اس کے ساتھ کھڑے ثوبان کو' عمر اس کے دیکھنے پر مسکرا کر آگے بڑھا۔

"ناراض ہو۔" اس نے لب بھینچ کر آنکھیں میچ لیں۔ وہ اس شخص سے بات تک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے کس قدر اذیت ہیں رہی تھی کاش کوئی اندازہ لگا سکتا اور خصوصاً یہ صبا اور عمر تو ہر وقت اسے اذیت دیتے طعنے بازی کرنے کو تیار رہتے تھے۔

"مریم۔" یہ خاور بھائی کی پر شفقت آواز تھی۔ "گڑیا آنکھیں کھولو پلیز۔" اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"ایم سوری یار! ڈراما سارا یہ ہے کہ تم نے جس طرح پُر خلوص ہو کر میرے اور فوزیہ والے معاملے ہیں صبا کی مدد کی تھی اس نے تمہاری امی کے انکار کے بعد مجھے فون پر سب بتا دیا اور پھر میں گھر چلا آیا۔ ادھر امی مانیں تو ادھر تمہاری والدہ صاحبہ ہماری اور فوزیہ کی بات طے ہوئی تو صبا نے بتایا کہ عمر کا پرپوزل تمہارے لیے آیا ہے۔ مگر تم انکاری ہو۔ وجہ کوئی

خاص نہ تھی مگر جس طرح ثوبان کی امی تمہارے لیے چکر لگا رہی تھیں عین ممکن تھا کہ چچی جان ثوبان کے لیے ہاں کر دیتیں مگر اسی دن جب عمر کی امی اور دادی آئے ہوئے تھے تو تمہیں یاد ہوگا کہ اسی دن ثوبان کی والدہ بھی آگئی تھیں۔" خاور بھائی بتاتے بتاتے رکے تو وہ آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔ وہ ابھی تک منگنی والے لباس میں ملبوس تھی۔ میک اپ بہہ چکا تھا مگر مٹے مٹے نشان تھے۔

"اور آنٹی سے رشتہ مانگ رہی تھیں۔ تائی بیگم اپنا حق جتا رہی تھیں اور چچی جان انا کی وجہ سے انکاری تھیں۔" اب صبا بول رہی تھی۔

"انہوں نے تائی بیگم کے حق جتانے پر خاصے غصے سے کہا۔ ہم فوزیہ کے لیے اتنا عرصہ پریشان رہے۔ آپ کے سامنے ہی تھا آپ نے تب بھی مریم کا ہی نام لیا۔ جب فوزیہ کا کر دیا ہے تو آپ کو بھی ہمارے گھر چکر لگانا یاد آگیا ہے۔ اب میری مرضی ہے کہ میں اپنی بیٹی کو کہاں بیاہتی ہوں۔" چچی خاصے غصہ سے کہہ رہی تھیں اور تبھی تائی بیگم نے کہا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں میرے لیے تینوں لڑکیاں ایک جیسی ہیں۔ ہم بار بار مریم کے لیے اس لیے کہہ رہے تھے کہ میرا بیٹا عمر اسے چاہتا ہے۔ وہ مریم کو پسند کرتا ہے اور اس کی خواہش پر بار بار

مریم کا نام لیا۔ تمہیں پہلے کبھی اس لیے نہ کہا کہ لڑکیوں کی ماں ہو کہیں کچھ غلط نہ سمجھ بیٹھو۔" صبا کہہ کر خاموش ہوئی۔

"چچی کی کنڈیشن خاصی پریشان کن تھی یہ انکشاف سن کر۔ عمر اور مریم وہ بار بار پوچھ رہی تھیں میٹنگ روم میں یکدم خاموشی چھا گئی تھی۔ نتیجہ نجانے کیا نکلنے والا تھا اور میں خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگی کہ تم سب لوگوں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرتی ہوں۔"

صبا چپ ہوگئی تو ثوبان مسکرا کر آگے بولا۔

"تبھی انٹری ہوئی ہماری یعنی بینک منیجر صاحب کی۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ مریم نے محض اس شخص کی تصویر دیکھ رکھی تھی اب روبرو پہلی ملاقات تھی۔

"اور صبا جس طرح کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح بھاگتی ہم سے ٹکرائی ہم تو وہیں گم سم ہوگئے۔ ہماری والدہ کو کون سی لڑکی پسند ہے ہم بھول گئے اور یہ بھی بھول گئے کہ ہم یہاں کیوں بلوائے گئے ہیں۔ بس اپنی بہن صاحبہ کو دل کی بات بتائی اور اسی شام امی اور باقی گھر والوں کے ہمراہ ہم خاور کے گھر پر موجود تھے۔"

"کیا؟" وہ اب تک بالکل خاموش تھی اب حقیقتاً چونکی۔

"صباثوبان کی امی کو بھی بہت پسند آئی اور یوں آناً فاناً یہ رشتہ طے پا گیا۔" یہ فوزیہ تھی۔ مریم کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اور اسی شام امی جی نے ہتھیار ڈال دیے سکندر اور آمنہ کے ساتھ ساتھ تمہارے اور عمر کے پروپوزل کو بھی قبول کر لیا۔" فوزیہ مزید مسکرا کر انکشاف کر رہی تھی۔

"تبھی عمر بھائی نے ہم سب کو اپنا پروگرام بتایا۔ پہلے تو ہم میں سے کوئی بھی نہ مانا اگر بڑوں تک بات پہنچ جاتی تو خاصی کھنچائی ہو جانی تھی مگر عمر کے بار بار اصرار پر ہم لوگ راضی ہو گئے۔" صبا ہنس کر کہہ رہی تھی۔

"عمر بھائی تمہیں سرپرائز دینا چاہتے تھے نا۔" آمنہ بھی ہنس کر بولی۔

"اور ساتھ یہ بھی چیک کرنا چاہتے تھا کہ عمر بھائی کی طرف سے برتی جانے والی بے پروائی اور نو کیئر والا انداز محض اوپر سے ہے یا حقیقتاً تمہیں ان سے کوئی لگاؤ نہیں۔" یہ سکندر تھا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے عمر کو دیکھا جو اس سارے وقت میں سینے پر ہاتھ باندھے سب کو بولتے دیکھ کر محض مسکرا رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور نتیجہ میری توقع کے مطابق نکلا۔ اب کوئن میرے کورٹ میں تھی۔" وہ پہلی بار بولا تھا۔ مریم نے ایک دم غصے سے ہاتھوں میں پڑا گجرا نوچ کر اسے دے مارا تھا جسے اس نے کیچ تو کر لیا تھا مگر باقی سبھی ہنس دیے تھے۔

"تم سب لوگ انتہائی جھوٹے' ڈراما باز اور فسادی ہو۔" وہ سخت غصے میں تھی۔ واقعی سب نے کس طرح ملی بھگت کر کے اسے ہینڈل کیا تھا اس کے احتجاج بھوک ہڑتال' غم و غصہ کی ہوا بھی امی یا ابو کو لگنے نہ دی تھی۔ اس نے جب بھی امی سے انکار کرنا چاہا تو یہ سب اسے آ پکڑتی تھیں اور امی ابو تو اب بھی بے خبر تھے کہ وہ بے ہوش کیوں ہوئی ہے۔

عندلیب نے یہی کہہ کر سب کو ہینڈل کیا تھا کہ "منگنی کی تیاریوں کی بھاگ دوڑ میں اور روزے کی حالت میں کمزوری ہو گئی ہے۔ اسی لیے بے ہوش ہو گئی ہے۔" اور امی نے بھی فوراً یقین کر لیا تھا کہ بہر حال دو دن سے ہلکی سی حرارت اسے پہلے بھی محسوس ہو رہی تھی صبح بھی بخار تھا۔

"دیکھو تمہیں ہمارا شکر گزار ہونا چاہیے کہ تمہیں تمہاری محض جھوٹی انا کا شکار ہونے سے بچا لیا۔ میرے بھائی سے بڑھ کر تمہیں کوئی نہیں چاہنے والا اور یہ ثوبان بھائی تو پہلے ہی صبا کی پہلی نگاہ بلکہ ٹکر کا

شکار ہو چکے ہیں۔ تمہاری بے ہوشی کے دوران محترمہ کو انگوٹھی پہنا کر بات پکی کر چکے ہیں۔ بے شک دیکھ لو۔" ردا نے صبا کا ہاتھ پکڑ کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو وہ بے دم سی ہو کر واپس بستر پر سیدھی ہو گئی۔

اس کے دل و دماغ ایک دم خاصے پر سکون اور مطمئن ہو گئے تھے۔ سب ہنس رہے تھے۔ باتیں کر رہے تھے۔ اس کے گزشتہ دنوں کی حالت مرچ مسالا لگا کر بیان کر رہے تھے۔ قہقہے تھے، شوخیاں تھیں، اس نے ایک گہرا سانس لیتے عمر کی طرف دیکھا۔

وہ مسکرا رہا تھا گہری روشن مسکراہٹ تھی اس کے لبوں پر۔ اس کے دیکھنے پر وکٹری کا نشان بنایا تو گھبرا کر اس نے خاور بھائی کی طرف چہرہ پھیر لیا وہ اس کا اور صبا کا کارنامہ حاضرین محفل کو سنا رہے تھے اور عمر مزے سے گنگنا رہا تھا۔

زندگی کی حسین رہ گزر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ڈھونڈتی ہے کوئی ہم سفر

جس کو پانے کی ہے آرزو

آملے گا کسی موڑ پر

زندگی کی حسین رہ گزر

مریم کو اپنا چہرہ بلش ہوتا محسوس ہوا۔ عمر کا دھیما سلجھا لہجہ بڑا دل نشیں تھا۔

ہم سفر کا اگر ساتھ ہو

راہ آسان ہو جائے گی

مل کے دھڑکیں گے جس گھڑی

جگمگانے لگے گی ڈگر

زندگی کی حسین رہ گزر

ڈھونڈتی ہے کوئی ہم سفر

جس کو پانے کی ہے آرزو

آ چلے گا کسی موڑ پر

مریم نے مسکراتے ہوئے تکیے سے سر ٹکا کر پوری توجہ خاور بھائی کی طرف مبذول کر لی تھی۔

ختم شد